بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام کے نامور سپہ سالار

فیض عالم صدیقی

لامت بک بینک لاہور

اسلام کے نامور سپہ سالار

حکیم فیض عالم صدیقی

اسلامک بک پبلنگ لاہور

باراوّل ——— ستمبر ۱۹۸۶

اہتمام ——— گگن شاہد

تزئین ——— محمد کامران

قیمت ——— مجلد ۳۰ روپے

خالد سیف اللہ

چھپ کر تیار ہے
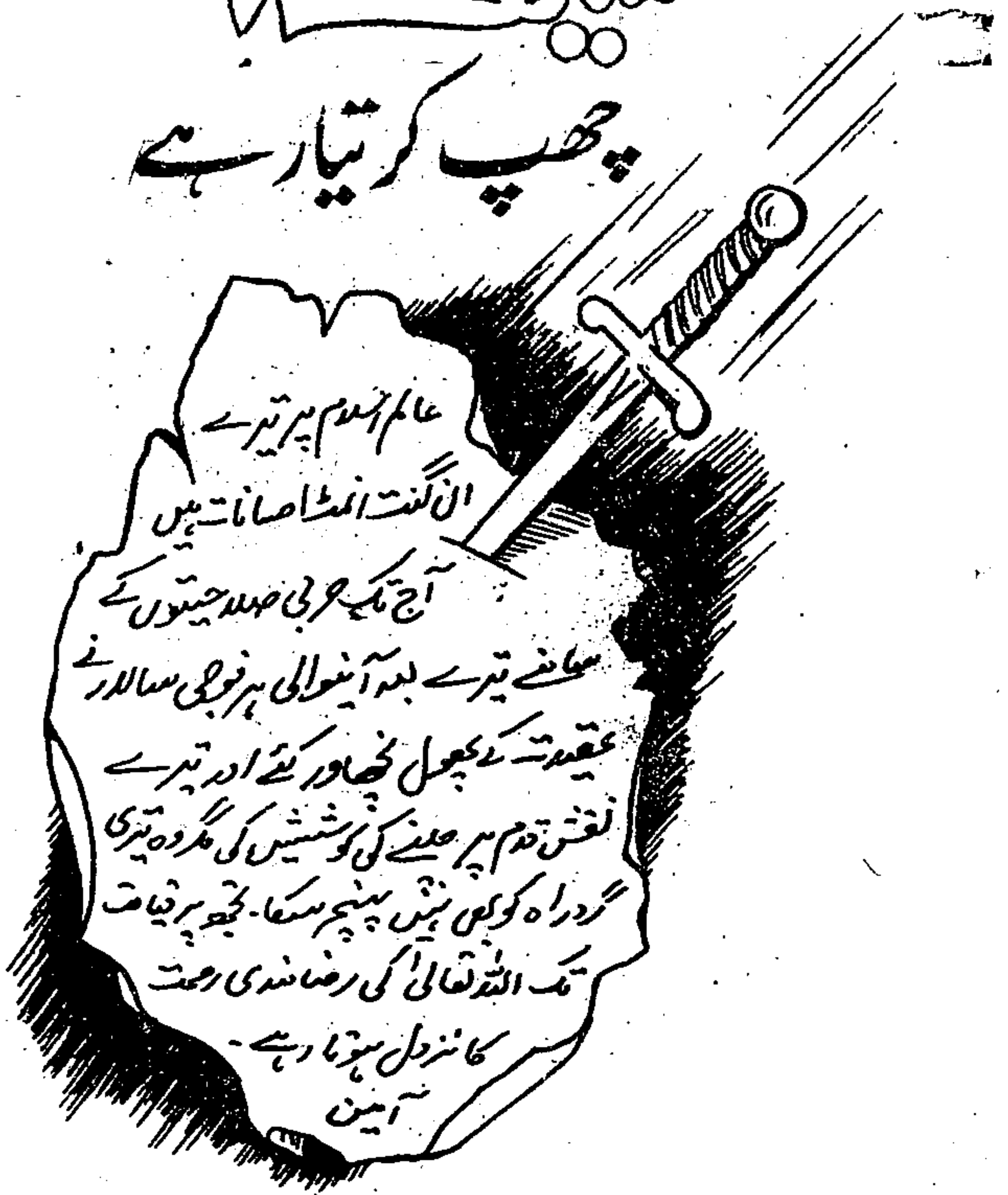
عالم اسلام پر تیرے
ان گنت احسانات ہیں
آج تک حربی صلاحیتوں کے
معاملے تیرے بعد آنیوالی ہر فوجی سالار نے
عقیدت کے پھول نچھاور کئے اور تیرے
نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی مگر وہ تیری
گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکا۔ تجھ پر قیامت
تک اللہ تعالیٰ کی رضامندی رحمت
کا نزول ہوتا رہے۔
آمین

حکیم فیض عاصم صدیقی

انتساب

اسلام کی راہ میں
جان دینے والے
ہر شہید کے
نام

گلزار شاہد

سلطان ٹیپو شہید

وہ دشمنوں سے بھی لڑا اور مارِ آستین قسم کے دوستوں سے
بھی کوئی شخص اس استقلال، پامردی، ہمّت، شجاعت اور
حوصلے سے اس قدر لڑائیاں نہیں لڑ سکتا۔

وہ صرف سلطان ٹیپو شہید تھا جس نے ایک عظیم الشان
اور بلند مقصد کے حصول کیلئے بے جگری بہادری اور جراٴت سے
اس قدر لڑائیاں لڑیں۔

کسی مرحلہ پر بھی اس کے قدم نہ ڈگمگائے نہ عزم و ثبات
میں فرق آیا اور نہ اس کی ہمت و حوصلہ نے جواب دیا
وہ شکست خوردہ ہو کر مایوس ہوا نہ فتحمند ہو کر اترایا اور یہی
اس کے مخلص اور مردِ مومن ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔

حکیم فیض عالم صدیقی

ممتاز محقق عالمِ دین، اہلِ قلم اور تحریک آزادی کشمیر کے سرگرم
رہنما ۸ر اپریل ۱۹۱۸ء کو فتح پور مضافات راجور (مقبوضہ کشمیر) میں پیدا
ہوئے۔ ابتدائی تعلیم فتح پور میں حاصل کی، مزید تعلیم پنجاب میں حاصل کی
قرطاس و قلم سے تعلق چھوٹی عمر میں ہی ہوا تھا۔ چنانچہ اِس دوران آپ نے
کشمیر کے جرائد چاند، حق، جاوید، پاسبان، مِلّت، جوہر اور الاصلاح
وغیرہ میں لکھنا شروع کیا۔ بعد میں یہ سلسلہ آپ کی سیاست میں آمد کے باعث
منقطع ہوگیا۔ ۱۹۳۶ء میں آپ فوج میں بھرتی ہوگئے۔ اِس دوران
آپ کو مرزائیت اور عیسائیت کا بھرپور مطالعہ کرنے کا موقع مِل گیا

کچھ عرصہ آپ کو ضلع کٹھوعہ میں جو ہندوؤں کا مرکز تھا مدرس تعینات کیا گیا وہاں، ہندو مذہب کا پورے انہماک کیساتھ مطالعہ کیا۔ انہی دنوں "مسلم کانفرنس" کے احیاء اور مسلم کاز کی تائید میں سینکڑوں مقالات لکھے طب میں زبردست مہارت حاصل کی ۱۹۴۲ء میں الہ آباد سے ادیب کامل اور ۱۹۴۵ء میں پنجاب سے فارسی فاضل کی ڈگریاں حاصل کیں اس طرح طب میں بھی حکومت پاکستان کی طرف سے درجہ اوّل کے سند یافتہ طبیب تھے۔ تقسیم ملک کے وقت ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور معروف کشمیری رہنما چودھری غلام عباس کے معتمد خصوصی کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا۔ ان کے خصوصی انہماک سے چوہدری صاحب بہت متاثر تھے۔ ان سیاسی مصروفیات کے باوجود دینی خدمات سے غافل نہیں رہے اور ضلع جہلم میں ایک بڑی جامع مسجد اور ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی بعد میں آپ کو یہ قصبہ چھوڑنا پڑا۔ یہاں سے مولانا جہلم کے محلہ مستریاں آئے اور وہاں مسجد و مدرسہ تعمیر کرایا۔

مولانا فیض عالم صدیقی ایک عالم زاہد ہونے کے علاوہ ادیب بھی تھے۔ اتحاد بین المسلمین کے بڑے خواہشمند تھے۔ ایک محقق ہونے کے ناطے سے عظمت و مقام صحابہؓ کے شدت سے قائل ہی نہیں زبردست مبلغ بھی تھے۔ اسی جذبہ کی بناء پر بعض دفعہ ان کی تحریریں سلف صالحین کی روش سے ہٹ جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود مسئلہ کو بڑے موثر انداز میں سمجھانے میں ماہر ہیں ان کا طرز تحریر منفرد ہے اور اس میں شدت پائی جاتی ہے تحقیق

کے میدان میں بڑے نازک مسائل پر قلم اٹھایا۔ روافض و سبائیت ان کا خصوصی موضوع تھا اور اس پر اُنھوں نے سینکڑوں مقالات لکھے۔ ان کی پہلی باقاعدہ تصنیف اختلافِ اُمّت کا المیہ ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی تو گویا فکر و نظر کے ساکن تالاب میں تموّج پیدا ہو گیا ان کی تصانیف میں مقامِ صحابہؓ، واقعہ کربلا، عترتِ رسولؐ، بناتِ رسولؐ، شہادتِ ذوالنّورینؓ، سُلطان ٹیپو، خالدؓ سیف اللہ اور حقیقت مذہبِ شیعہ قابلِ ذکر ہیں۔

سیّد قاسم محمود
صفحہ: ۱۲۱۸۔ شاہکار انسائیکلوپیڈیا

مقدمہ

یہ امر مسلمات کا درجہ رکھتا ہے کہ اسلام سے پہلے اس ربع ارضی پر ہر طرف جہالت ہی جہالت کا دور دورہ تھا اسلام نے آکر انسانوں کو انسانیت کا سبق سکھایا۔

حضور خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً تریسٹھ سال اس دنیا میں رہے۔ مکی زندگی کے بارہ تیرہ سال طاغوتی طاقتوں کے ظلم وستم سہنے میں گزر گئے۔ مگر ان بارہ تیرہ سالوں میں جن سعید روحوں نے حضور خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہی وہ آگے چل کر پوری دنیا کے لئے آئمہ رحمت ثابت ہوتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی دنیا میں اوّلین اسلامی سٹیٹ تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدنی زندگی میں کم وبیش چھبیس جنگیں بنفس نفیس لڑنا پڑیں اور پچپن کے قریب مختلف مقامات پر مختلف اصحاب کی سالاری میں لشکر بھیجنا پڑے گویا تقریباً ہر پانچ چھ ہفتے کے بعد کسی نہ کسی جنگ کا انتظام کرنا پڑا۔

یہ گویا دیباچہ یا تمہید تھی اسبات کی کہ مسلمانوں کو دنیا میں اگر زندہ رہنا ہے تو طاغوتی طاقتوں کے سامنے جھک کر نہیں رہنا۔ بلکہ ان سے نبرد آزما ہو کر اسلامی جھنڈے کو سربلند کر کے زندہ رہنا ہے۔

ہم جب بغور تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ اسلامی فتوحات کے حقیقت میں چھ دور ہوتے ہیں۔

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور۔
(۲) صدیق اکبرؓ کی فتوحات کا دور
(۳) فاروق اعظمؓ کی فتوحات کا دور
(۴) سیدنا ذوالنورینؓ کی فتوحات کا دور
(۵) امیر معاویہؓ کی فتوحات کا دور
(۶) امیر ولید بن عبدالملک کی فتوحات کا دور۔

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یمن تک شمال میں یرموک تک مغرب میں ساحل سمندر تک اور مشرق میں نجد عراق کی سرحدات تک گویا جزیرہ نما عرب کا تین چوتھائی حصہ حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا۔

۲۔ سیدنا صدیق اکبر کے زمانہ میں مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی اور مدعیان نبوت اسود عنسی مسیلمہ کذاب وغیرہ کے قتل کے علاوہ مرتدین یمن، ام زمل سلمہ، مرتدین بحرین، عمان یمن، اہل مہرہ و نجد کا قلع قمع اور جنگ ذات السلاسل، فتح حیرہ، جنگ دلجہ، جنگ لیس۔ جنگ فارن، فتح انبار، فتح عین التمر، جنگ حصید، جنگ یرموک وغیرہ شامل ہیں۔ گویا صدیق اکبرؓ کے دور میں شرق میں عراق شمال میں شام اور جنوب مشرق میں غطفان وغیرہ قبائل کی مملکت تک فتح ہوئے۔

۳۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں۔ بیسان، صیدا، عرفہ، حبیل، بیروت کسکر، بویب، قادسیہ، بہرہ مشیر، مدائن، جلولا، حمص، قنسرین حلب وانطاکیہ، بغراش، مرعش، حرث، قیساریہ، اجنادین، بیت المقدس، تکریت و جزیرہ، اہواز

نہاوند، مصر وغیرہ فتح ہوئے۔ ۲۲ ہجری میں مملکت اسلامیہ کو مندرجہ ذیل صوبوں میں تقسیم کیا گیا۔ مکہ۔ مدینہ۔ شام۔ جزیرہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ مصر۔ فلسطین۔ خراسان، آذربائیجان فارس وغیرہ۔

۲۔ سیدنا ذوالنورین کی فتوحات

اسکندریہ۔ آرمینیا۔ افریقہ۔ قبرص۔ روڈس۔ طبرستان فتح ہوئے۔ ۳۱ ہجری میں آپ نے سعد بن وقاص کی سرکردگی میں ایک وفد چین بھیجا۔ حضرت وقاص کا مزار چین میں ہے۔ ۳۵ ہجری میں عبدالرحمٰن بن سمرہ نے موجودہ صوبہ سرحد کے شمال مغربی حصے فتح کئے۔

۳۔ امیر معاویہؓ کی فتوحات

قسطنطنیہ پر حملہ، مصر، برقہ، سوڈان، مغرب الادنی یعنی تیونس وطرابلس، مغرب الاوسط یعنی تلمسان الجزائر، مکران، بلوچستان، سندھ کا کچھ حصہ فتح ہوئے۔

۴۔ امیر ولید بن عبدالملک کے زمانہ کی فتوحات

سیدنا فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت کی سیل آسا فتوحات کے بعد امیر ولید بن عبدالملک کے زمانہ فتوحات کے لحاظ سے نہایت تاباں ودرخشاں ہے۔

امیر ولید کے، تمام مشرقی ممالک کا گورنر جنرل امیر حجاج بن یوسف تھا۔ اس نے فتح سندھ کے لئے محمد بن قاسم کو، مغرب بعید یعنی مراکش وغیرہ کی فتح کے لئے موسیٰ بن نصیر اور شمال مشرقی ممالک افغانستان، خراسان۔ کاشغر وغیرہ کی فتح کے لئے قتیبہ بن مسلم باہلی کو بھیجا۔ جنہوں نے اس وقت کی معدوم دنیا کے گویا تمام ممالک کو فتح کیا۔ حجاج بن یوسف بصرہ میں بیٹھے ہوئے تین مختلف محاذوں پر اس طرح خبر رکھے ہوئے

تھا گویا وہ خود میدان جنگ میں موجود فوجوں کی کمان کر رہا ہے۔ پہلی سمندری جنگ کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کے لئے جنت واجب ہو گئی ہے۔ یہ پیشنگوئی امیر معاویہ رضؓ کے زمانہ میں پوری ہوئی۔ دوسری پیشنگوئی اس لشکر کی مغفرت کے متعلق ہے۔ جس قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ کیا یہ حملہ بھی امیر معاویہ کے زمانہ میں ہوا۔ تیسری پیشنگوئی فتح سندھ کے متعلق کتاب الجہاد سنن نسائی میں ہے کہ ان لوگوں پر آتش دوزخ حرام ہے۔ یہ جہاد خلیفہ ولید بن عبدالملک کی خلافت کے زمانہ میں امیر حجاج بن یوسف کی سرکردگی میں محمد بن قاسم نے کیا۔ ان خلفائے اسلام کے دور میں جن مسلم جرنیلوں نے مختلف ممالک فتح کئے ان کا مجمل سا خاکہ آپ زیر نظر تالیف میں ملاحظہ کریں گے۔ اور اس کے بعد ان مسلم فاتحین کا ذکر ہو گا۔ جو بیک وقت حکمران بھی تھے اور فاتح بھی۔

سوائے حضرت علی رضؓ کے زمانہ کے ہر دور میں مسلمان فاتحین نے کہیں نہ کہیں اعلائے کلمۃ الحق کے جھنڈے گاڑے۔ حضرت علی رضؓ کا زمانہ ان دردناک خانہ جنگیوں پر محیط ہے جن میں اسّی ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان ہزاروں عظیم المرتبت فاتح ایک دوسرے کے ہاتھوں لقمہ اجل بن گئے۔

خالد بن ولید سیف اللہؓ

میں زبردست شہسوار ہوں، میں دلیر جنگ جو ہوں میں کفر و شرک کو مٹانے والی تلوار ہوں۔ مجھے میرے آقا سرورِ کونین نے سیف اللہ کے خطاب سے نوازا تھا۔ اور میرا نام خالد بن ولید مخزومی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ باپ کا نام ولید بن مغیرہ مخزومی ساتویں پشت میں آپ کا نسب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ والدہ کا نام حضرت لبابہ رضی صغریٰ ہے جو ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔ اس رشتہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالد کے حقیقی خالو تھے۔ ولید نہایت مالدار تھے۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ کا غلاف ایک سال تنہا مولانے اور دوسرے سال تمام قریش۔ ہجرت کے تین ماہ بعد ولید بحالت کفر اس دنیا سے چل بسا۔

خالد کا بچپن نہایت پر آسائش ماحول میں گزرا۔ اور عرب کے رواج کے مطابق بچپن سے ہی تیغ افگنی۔ نیزہ بازی تیر اندازی شہسواری میں مہارت تامہ حاصل کر لی غزوہ احد میں مسلمانوں کی فتح عظیم کو انہوں نے ہی میدل بہ ہزیمت کیا تھا۔ یہ اس وقت کفار کے رسالہ کے سالار تھے۔

۷ ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کی مکہ میں آمد و رفت کی سہولتیں ملیں تو کفار مکہ کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس ہونے کا موقعہ ملا۔ خالد بن ولید کے بھائی ولید بن ولید پہلے ہی حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ ولید نے خالد کو ایک خط لکھا کہ تم کب تک اس حقانیت سے روگردان رہو گے۔ خالد یہ خط پڑھتے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھر سے چل نکلے۔ راستہ میں حضرت عمرو بن العاص سے ملاقات ہوئی وہ بھی اسی ارادہ سے گھر سے نکلے تھے۔ عثمان بن طلحہ بھی ساتھ ہو گئے مدینہ پہنچ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

سیف اللہ میدان جنگ میں

حضور خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷ھ کے آخر اور ۸ھ کے شروع میں اپنی ہمسایہ ریاستوں کے حاکموں کو خطوط لکھے۔ والیٔ بصرے کے حاکم شرجیل کی طرف حارث بن عمیر رضؓ کو بھیجا۔ شرجیل نے تمام سفارتی آداب بالائے طاق رکھ کر انہیں شہید کر دیا۔ حضور خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس ہزار کا ایک لشکر حضرت زید بن حارثہ رضؓ کی سالاری میں حضرت حارث رضؓ کے قصاص میں شرجیل کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ موتہ کے مقام پر دونوں لشکروں کی مٹھ بھیڑ ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئی کے مطابق پہلے زید رضؓ پھر حضرت جعفر بن ابی طالب پھر عبد اللہؓ بن رواحہ شہید ہوئے۔ آخر میں حضرت سیف اللہ رضؓ نے مسلمانوں کے لشکر کی قیادت سنبھالی۔ اور بخاری شریف کی روایت کے مطابق دشمنوں کو شکست فاش دی۔ دشمنوں کی فوج کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔ اللہ تعالے نے جنگ موتہ کا تمام منظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا دیا تھا۔ حضرت خالد رضؓ کے فتح یاب ہونے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سیف اللہ کا خطاب بخشا۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق عزّے کو پیوند زمین کیا۔ ۸ھ میں سریہ جذمیہ سے کامیابی کے بعد لوٹے۔ غزوہ حنین میں آپ پیش پیش رہے اور بری طرح سے زخمی ہوئے۔ سنہ ۹ھ غزوہ تبوک میں بھی آپ شامل تھے۔

◎

صدیق اکبر کے زمانہ خلافت میں

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے معاً بعد مسیلمہ کذّاب، طلیحہ، سجاح وغیرہ نے جھوٹی نبوت کے دعوے کر کے اپنے گرد ایک جمِ غفیر کو جمع کر لیا۔

۲۔ بعض قبائل نے ادائیگی زکوٰۃ سے انکار کر دیا۔

۳۔ بعض قبائل جمع ہو کر مدینہ پر حملہ کی نیت سے مدینہ کے قریب پہنچ گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اسامہ بن زید کی کمان میں ایک لشکر کو ترتیب دے کر شام کی حدود کی طرف روانہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں سیف اللہ خالدؓ نے پہلے طلیحہ کی سرکوبی کی۔ طلیحہ بعد میں سیدنا فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں اسلام لایا۔

سلمٰی بنت مالکؓ

قبائل عطفان وسُلیم کے لوگ ام زمل سلمٰی بنت مالک بن حذیفہ کے پاس جمع ہوئے۔ سلمٰی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گرفتار ہوکر آئی اور صدیقہ کائنات ام المؤمنین حضرت عائشہ رض کے حصے میں آئی ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سلمٰی وہاں موجود تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا تم میں سے وہ کون ہوگی جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے۔ سیدہ صدیقہ کائنات نے سلمٰی کو آزاد کردیا۔ اور وہ اپنے قبیلہ میں جاکر مرتد ہوگئی۔ بنو غطفان، ہوازن، سلیم اور اسد کے قبائل کے مرتدین اس کے پاس جمع ہونے شروع ہوگئے۔ سیف اللہ خالد رض کو اس کی اطلاع ملی تو آپ اس کی طرف بڑھے نہایت شدید اور خونریز جنگ ہوئی۔ وہ جنگ کے وقت اپنی ماں کی طرح اونٹ پر سوار اپنی فوجوں

کو لڑا رہی تھی۔ آخر کار حضرت خالدؓ کے جانبازوں نے چاروں طرف سے یورش کر کے اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ اونٹ کے گرنے پر وہ بھی گر گئی اور مقتول ہوئی اس کے اونٹ کے گرد تقریباً سو آدمی قتل ہوتے (ترجمہ طبری حصہ دوم صفحہ ۸۳) یہی واقعہ ابن خلدون تاریخ ابن خلدون حصہ اوّل صفحہ ۲۴۰ میں اور اکبر شاہ خان نجیب آبادی نے اپنی تاریخ حصہ اوّل صفحہ ۲۹۲ میں نقل کیا ہے۔

مگر چند بد باطن کم فہم اور تاریخ سے نابلد لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سیّدہ صدیقہ کائناتؓ کے سفر بصرہ پر چسپاں کر کے اپنے خبث باطن کا ثبوت دیا ہے۔ حالانکہ مکہ اور بصرہ کے درمیان حوأب نام کی کوئی بستی نہیں۔ بلکہ حوأب اس چشمے کا نام ہے جہاں سلمٰے نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنا رکھا تھا۔

سلمٰے کے فتنہ کے انسداد کے بعد آپ نے سجاح بنت الحرث کا فتنہ ختم کیا۔ وہ ایک نصرانیہ عورت تھی اور اپنی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے بہت مشہور تھی۔ اپنے مرصع و مسجع کلام کو الہام قرار دے کر اس نے نبوت کا دعوٰے کیا۔ آخر حضرت خالدؓ نے اس کے کس بل نکال کر رکھ دیئے اور وہ مسلمان ہو گئی۔

سجاح کے بعد آپ مالک بن نویرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ سجاح کا بہت بڑا حامی تھا۔ انہی ایام میں سیدنا صدیق اکبرؓ حضرت عکرمہؓ کو مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے روانہ کر چکے تھے اور حضرت خالد بن ولیدؓ آپ کی طلبی پر مدینہ پہنچے تو صدیق اکبرؓ نے آپ کو حضرت عکرمہؓ کے پیچھے مسیلمہ کذاب کی طرف روانہ کر دیا۔ مسیلمہ کے ساتھ خونریز جنگ ہوئی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت خالدؓ کو فتح سے ہمکنار کیا۔ مسیلمہ کذاب کے قتل اور فتح یمامہ کے بعد آپ حطم اور اہل بحرین کی طرف بڑھے۔ وہاں عبد القیس اور بکر بن وائل

مرتد ہوکر جمع تھے۔ عبدالقیس نے فوراً توجہ کرکے اپنی جان بچائی اور باقی لوگ بھی
ازسرِنو حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی فتوحات کا تیسرا دور

ایرانیوں کے ساتھ پہلا معرکہ

سیدنا خالدؓ کو دربار خلافت سے حکم ہوا کہ ابلا کی چھاؤنی پر حملہ کریں آپ نے اپنی فوج کے تین حصے کیے۔ ایک پر مثنیٰ دوسرے پر عدی بن حاتم کو سالار مقرر کیا اور تیسرے حصے کی کمان خود سنبھال کر مختلف اطراف سے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ابلہ کا گورنر ہرمز تھا پہلے حملے میں ہی آپ نے ہرمز سے تلوار چھین کر اسے قتل کر دیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر ایرانی بھاگ نکلے۔

یہاں سے بصرے پہنچے۔ آگے بڑھ کر قارن سے جنگ نہر ہوئی۔ ایرانیوں کو یہاں بھی شکست ہوئی۔ اس کے بعد ولجہ، امغیشیا، حیرہ، انبار، عین التمر دومۃ الجندل حصید، خنافس۔ مصیخ، فراض کے مقامات پر دشمنوں کو پے در پے شکستیں دیں۔ یہ تمام فتوحات محرم ۱۲ھ سے صفر ۱۳ھ تک ہوئیں۔ اس سال آپ نے فریضہ حج ادا کیا۔

شام پر فوج کشی

شام قیصر کے مقبوضہ ممالک میں تھا۔ عربوں کی بڑھتی ہوئی فتوحات کو دیکھ کر ایرانیوں کی طرف قیصر نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور فراض کے مقام پر ایرانیوں کو فوجی کمک پہنچائی اب ضروری سمجھا گیا کہ شام کے جو علاقے قیصر کے قبضے میں ہیں ان سے عیسائیوں کو نکالا جائے۔ ایک عجیب سفر۔ عراق اور شام کے درمیان ایک وسیع چٹیل صحرا ہے۔ تاریخ عالم میں سلطان محمود غزنوی کا راجپوتانہ صحرا عبور کر کے سومنات پر حملہ آور ہونا اور سیدنا خالد کا ایک لق و دق صحرا عبور کر کے

شام پہنچا۔ بہت بڑے کارنامے تصور کیے جاتے ہیں۔

فردوسی نے اپنے شاہنامہ میں ہفت خوان رستم کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ توسراسر ایک شاعری ہے مگر سلطان محمود اور سیدنا خالدؓ کے یہ اسفار فاتحین عالم میں ایک معجزہ سے کم نہیں۔

خلیفہ رسولؐ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق آپ عراق سے شام پہنچے نصف لشکر مثنٰی بن حارثہ رضؓ کی سرکردگی میں عراق چھوڑا۔ اس سفر میں حدرداء، قراقر، سوا میں معمولی جھڑپوں کے بعد آپ صحرا میں داخل ہو گئے۔ گھوڑوں کو پانی پلانے کے لئے تیس اونٹوں کو خوب پانی پلا کر ان کے منہ باندھ دیئے۔ ہر منزل پر دس اونٹ ذبح کر کے ان کے پیٹ کا پانی ٹھنڈا کر کے گھوڑوں کو پلا دیتے۔ لشکریوں کے لئے چھاگلوں میں پانی بھر لیا۔ آخری دو منزلیں بغیر پانی کے گزریں۔ ارکہ، سخنہ، تدمر، قصم کو فتح کرتے ہوئے مرج راہط پہنچے اور اسی روز غسان پر حملہ کر کے بصرے پہنچے۔ حضرتؓ ابو عبیدہ بن الجراح نے پہلے ہی وہاں شرجیل بن حسنہ کی قیادت میں چار ہزار کا لشکر بھیج دیا تھا۔

روماس حاکم بصرے نے شرجیل سے گفتگو کی مگر ناکام رہی۔ رومیوں کا لشکر کثیر تعداد میں وہاں موجود تھا۔ سیدنا خالدؓ نے حالات کا جائزہ لے کر اپنے لشکر کے میمنہ پر رافع بن عمیرہ میسرہ پر ضرار بن ازور اور پیدل فوج پر عبدالرحمٰن بن حمید کو سالار مقرر کیا۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو روماس عیسائیوں کے لشکر سے نکل کر سامنے آیا۔ روماس اور سیدنا خالدؓ کے مابین چند منٹ گفتگو ہوئی آخر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ روماس دل سے صداقت اسلام کا قائل ہو چکا تھا۔ وہ خود بھاگ نکلا۔ عیسائیوں نے اس سے سالاری چھین لی۔ اور دریحان کو اپنا سالار بنایا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے پر

حملہ آور ہوئے۔ مگر عیسائی بھاگ نکلے۔ اور شہر میں پناہ گزین ہو گئے۔ آخر روماس کی نشاندہی پر مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔ عیسائی چلا چلا کر امان مانگنے لگے۔ سیدنا خالدؓ نے انہیں امان دے دی۔

محاذ شام کے کمانڈر انچیف

سیدنا صدیق اکبرؓ نے چار نامور کمانڈروں کو مختلف محاذوں سے شام میں جمع ہونے کا حکم دیا تھا۔ اب ان سب کا کمانڈر انچیف سیدنا خالدؓ کو مقرر کیا۔

سیدنا خالدؓ دمشق کی جانب بڑھے۔ راستہ میں دیر غوطہ کو فتح کیا۔ پھر جرحس اور کلوص سے جنگیں ہوئیں اور کامیاب ہوئے۔ پھر عزرائیل سے معرکہ آرائی ہوئی حضرت ضرارؓ نے اسے قتل کر دیا۔ پھر بیت لہیا کے مقام پر ضرارؓ کفار کا تعاقب کرتے ہوئے گرفتار ہو گئے۔ سیدنا خالدؓ نے انہیں آزاد کرانے کے لئے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ مگر سیدنا خالدؓ کے پہنچنے سے پہلے حضرت ضرارؓ کی بہن سیدہ خولہؓ مردانہ لباس پہن کر انہیں چھڑا لائیں۔

اس کے بعد شہور اور استرباق کے مقام پر سیدنا خالدؓ نے عیسائیوں کو پے در پے شکستیں دیں۔

جنگ اجنادین جمادی الاوّل ۱۳ھ

اس جنگ کے لئے سیدنا خالد رضؓ نے تمام ماتحت کمانڈروں یعنی شرجیل رضؓ کو بصرے سے معاذ بن جبل رضؓ کو حوران سے یزید بن ابو سفیان رضؓ کو اراض بلقاء سے لقمان بن قارن کو تدمر سے عمرو بن العاص رضؓ کو فلسطین سے اجنادین کے مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا۔

سیدنا خالد رضہ نے تمام لشکر کے سامنے جہاد کے فضائل بیان کئے۔ عیسائی لشکر کا کمانڈر وردان بڑا جانباز تھا۔ اس نے مسلمانوں کو صلح کے پردے میں کئی چکر دیئے آخر گرفتار ہوکر ضرار رضہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ سیدنا خالد رضہ نے اس فتح عظیم کی خوشخبری خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضہ کو بھجوائی۔

فتح دمشق دمشق کو فتح کرنے کے لئے سیدنا خالد رضہ نے اپنے لشکر کو کئی حصّوں میں تقسیم کیا۔ کئی دنوں تک فریقین ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے رہے۔

آخر ۱ جمادی الثانی ۱۳ھ حضرت ابو عبیدہ رضہ شہر میں داخل ہوئے۔ حضرت خالد رضہ حضرت ابو عبیدہ رضہ کو دمشق میں چھوڑ کر توما اور ہربلس کے تعاقب میں روانہ ہوئے مرج الدیباج کے مقام پر انہیں شکست فاش دی واپس دمشق پہنچ کر فتح کی خبر مدینہ پہنچائی۔ اور مال غنیمت بھی بھجوایا۔ مگر سیدنا صدیق اکبر یہ خوشخبری سننے سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔

سیدنا خالد رضہ کی معزولی سیدنا فاروق اعظم رضہ نے بعض اختلافات یا شکوک کی بنا پر سیدنا خالدؓ کو سیدنا ابو عبیدہ رضہ کے ماتحت کر دیا مدینہ پہنچ کر سیدنا خالد رضہ نے تمام شکوک رفع کر دیئے۔ فاروق اعظم رضہ نے فرمایا اللہ کی قسم تم مجھے بہت محبوب ہو میں دل سے تمہاری قدر و منزلت کرتا ہوں اور تمام صوبوں کے گورنروں کو لکھ بھیجا کہ خالد رضہ کی معزولی کسی رنجش یا بد دیانتی کی وجہ سے نہ تھی معزولی کے باوجود سیدنا خالد رضہ کی سپاہیانہ جدوجہد اور مجاہدانہ عزائم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ آپ کے کردار کی یہی بلندی انہیں ایک عام دنیادار فاتح کی حیثیت سے اونچا کر کے مجاہد فی سبیل اللہ کی خلعت فاخرہ عطا کرتی ہے۔

چوتھا دور

معرکہ حصن ابی القدس۔ اس مقام پر مسلمانوں کا ایک لشکر دشمن کے گھیرے میں آ گیا۔ سیدنا خالدرضؓ بجلی کے کوندے کی طرح لپکے۔ اور عیسائیوں کے کس بل نکال دیئے مسلمان مجاہد بخیریت اسلامی لشکر میں پہنچ گئے۔

فتح حمص ماہ شوال ۱۴ ہجری میں مسلمان حمص پہنچے۔ دشمن سے صلح ہو گئی۔ قنسرین کے حاکم لوقا اور حاکم حلب نے مجتمع ہو کر مسلمانوں کے خلاف لشکر جمع کیا۔ آخر ذی الحج ۱۴ ہجری کو صلح ہو گئی۔ اس کے بعد ابو عبیدہ شیراز پہنچے۔ عیسائیوں نے چند مسلمانوں کو فریب سے گرفتار کر لیا۔ اور جبلہ کے پاس پہنچا دیئے۔ جبلہ اور عمویہ کے حاکم نے آپس میں مسلمانوں کے خلاف گٹھ جوڑ کر لیا۔ جبلہ بن ایہم غسانی مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا تھا۔ سیدنا خالدرضؓ کے ہمراہ بہت تھوڑا لشکر تھا۔ حضرت ابو عبیدہ رضؓ شیرز سے کمک لے کر پہنچ گئے۔ آخر عیسائی جزیہ دینے پر راضی ہو گئے اور گرفتار شدہ مسلمانوں کو رہائی ملی۔ مسلمانوں نے مرکزی مقام حمص کو قرار دیا۔ اور رستن فتح کیا۔

جنگ یرموک دنیا کی چند عظیم لڑائیوں میں سے جنہوں نے قوموں کی تقدیریں پلٹ دیں ایک لڑائی حمص کے بعد حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے جابیہ کو اپنا مستقر بنایا۔ ایک مخبر نے خبر دی کہ ہرقل باہان جرمنی کی کمان میں نو دس لاکھ کا لشکر بھیجا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے مجلس مشاورت طلب کی۔ بعض کمانداروں نے مشورہ دیا کہ ہمیں اسی جگہ مقابلہ کرنا چاہیئے مگر سیف اللہ خالدرضؓ نے فرمایا کہ ہمیں کسی کھلے مقام میں کفار کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ سیدنا ابو سفیان رضؓ نے حضرت سیف اللہ رضؓ کی رائے

سے اتفاق کیا۔ اسلامی لشکر یرموک کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں اردن کے مقام پر دشمن سے جھڑپ ہوئی حضرت سیف اللہ رضہ نے آگے بڑھ کر انہیں بھگا دیا۔ یرموک کے مقام پر ہرقل کی فوجیں جمع ہوئیں۔ جبلہ ساٹھ ہزار عربوں کے لشکر کے ساتھ مقدمۃ الجیش کا افسر تھا۔ سفارتی سطح پر گفتگو شروع ہوئی۔ مگر ناکام رہی حضرت سیف اللہ نے فرمایا میں صرف تیس مجاہدوں کو لے کر جبلہ کا مقابلہ کروں گا۔ سیدنا ابو سفیان نے فرمایا کہ آپ خوش طبعی سے ایسا فرما رہے ہیں؟ حضرت سیف اللہ رضہ نے فرمایا میں حقیقت بیان کر رہا ہوں۔

حضرت سیف اللہ نے حضرت زبیر بن العوام اور فضل بن عباس رضہ سمیت ساٹھ آدمی ساتھ لئے اور دشمن پر حملہ کر دیا۔ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا صرف دس مسلمان شہید ہوئے۔

اس کے بعد باہان سے حضرت سیف اللہ کی ملاقات ہوئی۔ مگر یہ ملاقات ناکام رہی مورخین نے جنگ یرموک کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ یرموک کی جنگ کے دوران کئی جھڑپیں ہوئیں اور ہر جھڑپ میں مسلمان کامیاب رہے۔ چار روز یہ جنگ جاری رہی اور حضرت سیف اللہ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت دی۔ ایک لاکھ رومی قتل ہوئے اور چالیس ہزار گرفتار ہوئے۔ ابو عبیدہ رضہ نے دمشق پہنچ کر سیدنا فاروق اعظم رضہ کو اس فتح عظیم کی خوشخبری کی اطلاع بھیجی۔ اس سے پہلے سیدنا فاروق اعظم رضہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح کی خوشخبری سے شاد کام فرما چکے تھے۔ سیدنا ابو سفیان کی ایک آنکھ اس جنگ میں ضائع ہو گئی۔

جنگ بیت المقدس

بیت المقدس پر سیدنا سیف اللہ رضہ کی قیادت میں حملہ ہوا۔ مگر عیسائیوں کے ذمہ دار افسروں نے کہا کہ اپنے خلیفہ کو بلائیے ہم بیت المقدس کا قبضہ ان کو دے دیں گے۔ فاروق اعظم رضہ کا یہ سفر تاریخ عالم کا ایک منفرد واقع ہے۔

بیت المقدس کے بعد حلب اور انطاکیہ فتح کئے۔ انطاکیہ کے بعد سرحدی علاقوں کی تسخیر کی طرف توجہ کی۔ اور جنگ مرج القبائل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سیف اللہ کو فتح عظیم سے نوازا۔

وفات

شام کی فتح کے بعد حضرت سیف اللہ کو قنسرین کا گورنر مقرر کیا گیا۔ حضرت فاروق اعظم رضہ کی خلافت کے پانچویں یا چھٹے سال اسلام کا یہ مجاہد اعظم مدینہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ گیا۔ وفات کے بعد آپ کے اثاثہ کا جائزہ لیا گیا تو ایک غلام ایک گھوڑا اور چند ہتھیاروں کے سوا کچھ نہ نکلا۔ مستشرقین نے خالد سیف اللہ کو دنیا کا سب سے بڑا جرنیل قرار دیا ہے۔

امیر المومنین امیر عبدالملک بن مروان کی خلافت مدت خلافت ۸۶ ہجری تا ۹۶ ہجری ۱۰ سال کے زمانہ کی فتوحات۔

امیر المومنین عبدالملک بن مروان رضؓ کی خلافت کا دس سالہ دور فتوحات کے لحاظ سے فاروق اعظم رضؓ کے بعد ایک سنہری دور ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے امیر المومنین کی خلافت کے دور کی فتوحات بیک وقت دنیا بھر کے تمام فاتحین کے مقابلہ میں کئی گنا بڑھ چڑھ کر ہیں۔

خوش نصیبی سے امیر عبدالملک کے مقبوضہ ممالک شمال مشرقی اور شمال مغربی صوبجات کی گورنری پر امیر حجاج بن یوسف جیسا بیدار مغز سیاستدان فائز تھا۔ اور عالم اسلام کی مزید خوش نصیبی یہ کہ اسے حضرت محمد بن قاسم رحؒ، قتیبہ بن مسلم باہلی اور موسےٰ بن نصیر جیسے عظیم فوجی جرنیل اور سپہ سالار مل گئے۔ تاریخ عالم کے یہ وہ مقتدر فاتح ہیں جن میں سے ہر ایک کے سامنے چنگیز جولیس سیزر اور نپولین جیسے فاتح پانی بھرتے نظر آتے ہیں۔

فتح ہند کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کا مفہوم ہے کہ فاتحین ہند مغفرت یافتہ لوگ ہوں گے۔ اور فتح ہند (سندھ) کا سہرا امیر حجاج بن یوسف کے نوجوان بھتیجے اور داماد محمد بن قاسم کے سر ہے۔ مسلمانوں کی بدنصیبی کہ اسلام کے صدر اوّل کے پینتیس مورخوں میں سے اکتیس طاغوتی طاقتوں کے ایجنٹ تھے اور اور انہوں نے جس بغض باطنی سے اسلام کے ان جانباز سپوتوں کا اپنی مرتب کردہ تاریخوں میں ذکر کیا ہے وہی تاریخیں آج ہمارا علمی اور تاریخی سرمایہ ہیں۔

امیر عبدالملک بن مروان کے زمانہ خلافت میں بیرونی دشمنوں کی نسبت سبائی اور خارجی پورے طور پر اسلام کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ مگر امیر حجاج بن یوسف نے مملکت اسلامیہ میں زیر زمین پھیلے ہوئے ان تخریب کاروں اور اسلام دشمن عناصر کو ان کے بلوں سے کھینچ کھینچ کر باہر نکالا۔ اور ان کے سر قلم کر دیئے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ بلبلا اٹھے۔ جب ان کے بچے کھچے لوگ عملی طور پر بے بس ہو کر رہ گئے تو انہوں نے تحریری طور پر امیر حجاج بن یوسف کو ایک جابر و ظالم حاکم کے روپ میں پیش کیا۔ وہ جابر و ظالم ضرور تھا مگر صرف اسلام دشمن تخریب کاروں کے لئے۔ اس کی اولیات میں سے قرآن پر نقطے لگانا، ٹکسال کا انتظام، خفیہ پولیس کا شعبہ، بندوبست اراضی رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔ وہ ایک فصیح البیان خطیب تھا۔ عربی ادب کی کتابوں میں اس کے خطبات ضرب الامثال کے طور پر موجود ہیں۔

محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ

پہلی صدی ہجری کے دوسرے ربع میں سندھ پر داہر نامی راجہ حکمران تھا۔ داہر کی ماں نے چچ نامی ایک برہمن زادے سے تعلق استوار کر کے اپنے بوڑھے خاوند کو ہلاک کر دیا۔ اور چچ کو گدی پر بٹھا دیا۔ داہر اسی رانی کے بطن سے تھا۔ داہر کی طرف سے دیبل (موجودہ کراچی) کا گورنر پرتاپ رائے تھا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے بہت پہلے جزیرہ نما عرب کے ساحلی علاقوں کے لوگ مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک ممالک کے ساحلی علاقوں میں تجارت کی غرض سے سفر کرتے رہتے تھے۔ چند عرب خاندان سراندیپ (موجودہ سری لنکا) اور جنوبی ہند کے مغربی ساحل کے بعض مقامات پر اپنی تجارتی کوٹھیاں بنا کر رہائش پذیر تھے۔ ان عرب تاجروں کی اپنے آبائی وطن میں باقاعدہ آمدورفت تھی۔ اسلام کا چرچا پھیلا

اور وطن میں مقیم ان کے رشتہ داروں نے اسلام قبول کیا تو یہ لوگ بھی آہستہ آہستہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے چلے گئے۔

ان نو مسلم عرب تاجروں کے اخلاق، تدین اور نیکو کارانہ خصائل نے مقامی حکمرانوں کے دلوں پر بڑا اچھا اثر کیا۔ امیر المؤمنین ولید بن عبد الملک کے سنہری دور میں مسلمانوں کی فتوحات سے متاثر ہو کر خلیفہ اسلام سے تعلقات پیدا کرنے چاہے۔ ان راجوں کو خلیفہ اسلام سے تعلق پیدا کرنے کی آسان صورت یہ نظر آئی کہ نو مسلم عرب تاجروں کو ذریعہ بنایا جائے اتفاقاً انہی ایام میں ابوالحسن نامی ایک سربرآوردہ تاجر معہ اپنے قافلے کے سراندیپ سے وطن واپس جاتے ہوئے دیبل کے ساحل پر داہر کے گورنر کے ہاتھوں شہید ہو گیا۔ اور گورنر نے وہ سراندیپ کے حکمران کی طرف سے امیر المومنین کی خدمت میں بھیجے گئے تمام تحائف چھین لئے۔ ابوالحسن کے مفقود الخبر ہونے پر سراندیپ کے راجہ نے امیر المؤمنین کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کے خاندان کی مستورات اور چند دیگر مسلمان بیوگان اور بچوں کو چند جہازوں میں سوار کر کے اپنے ایک معتمد دلیپ سنگھ کے ہمراہ امیر حجاج کی طرف روانہ کر دیا۔ مگر یہ قافلہ پہلے قافلہ کی طرح اسی مقام پر پرتاپ رائے نے لوٹ لیا۔ مردوں کو قتل کر دیا اور عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے راجہ داہر کی خدمت میں بھیج دیا۔

امیر حجاج بن یوسف

خلافت اسلامیہ کے مشرقی اور شمالی صوبجات کے دارالحکومت بصرہ کے ایک قلعہ نما مکان میں ایک عمر رسیدہ مگر قوی ہیکل شخص ٹہل رہا ہے۔ وہ دیواروں پر آویزاں نقشوں میں سے کسی ایک پر ایک نظر ڈالتا ہے ایک مقام پر نشان لگاتا ہے اور چند قدم گھوم کر دوسرے نقشے کو دیکھنے میں منہمک ہو جاتا ہے۔ اس کے چہرے سے غیر معمولی عزم و استقلال ٹپکتا ہے۔ آنکھوں

سے ذکاوت اور ہیبت کے ملے جلے تاثرات ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہ حجاج بن یوسف تھا۔ جس کے آہنی پنجوں سے دشمن پناہ مانگتے تھے۔ جس کی تلوار عرب کے تخریب کاروں اور عجم کے دشمنوں پر صاعقہ بن کر کوندی۔ اچانک اس کی اس خلوت گاہ کے دروازے پر ایک شکستہ حال نووارد نمودار ہو کر چلاتا ہے۔ یا امیر سراندیپ سے آنے والے مسلمانوں کا قافلہ سندھ کے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ مردوں کو قتل کر دیا اور عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے سندھ کے اندرونی حصوں میں لے گئے۔ گرفتاری کے وقت ایک نوجوان عورت کے منہ سے یا حجاج ادرکنی کی چیخ بلند ہوئی۔ میں اس بے بس مسلمان عورت کے یہ الفاظ آپ کے گوشگزار کرنے کے لئے منزلوں پر منزلیں مارتا آپ کے حضور میں پہنچا ہوں۔

حجاج ٹہلتے ٹہلتے رُک گیا — اور جونہی اس کے کانوں میں یا حجاج ! کے الفاظ پہنچے بے اختیار اس کی زبان پر لبیک لبیک کے الفاظ جاری ہو گئے۔

حجاج سکتے کی سی حالت میں کھڑے کا کھڑا رہ گیا کہ ایک سپاہی نے کمرے میں داخل ہو کر کہا ترکستان سے ایک ایلچی آیا ہے۔ اندر بھیج دو کہتے ہی حجاج اپنی نشست پر بیٹھ چکا تھا کہ پندرہ سولہ برس کا ایک نوجوان جنگی ہتھیاروں سے لیس زرہ میں ملبوس کمرے میں داخل ہوا۔

امیر حجاج نے لڑکے کو دیکھتے ہی کرخت آواز میں پوچھا تم کون ہو ؟

لڑکے نے جواب دیا میں سپہ سالار قتیبہ بن مسلم کا ایلچی ہوں۔

امیر حجاج نے دانت پیستے ہوئے کہا میں نے قتیبہ کو لکھا تھا کہ کسی تجربہ کار جرنیل کو میرے پاس بھیجو مگر اس نے تمہارے جیسے نوآموز لڑکے کو بھیج دیا ہے۔ لڑکے تمہاری عمر کیا ہے؟

لڑکے نے جواب دیا سولہ سال آٹھ ماہ۔

امیر حجاج نے گرج کر کہا تم یہاں کیا لینے کے لئے آئے ہو۔ لڑکے نے اپنے سالار کا خط نکال کر پیش کیا۔ جس میں لکھا تھا کہ میں امیر کی خدمت میں اپنا بہترین جرنیل بھیج رہا ہوں۔ حجاج نے خط پڑھ کر پوچھا وہ جرنیل کہاں ہے؟ لڑکے نے جواب میں کہا خط میں جس جرنیل کا ذکر ہے وہ میں ہی ہوں۔

امیر حجاج یہ سن کر چکرا گیا۔ مگر اس نے لڑکے کو بیٹھنے کی اجازت دی۔ اور محاذ جنگ سے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ امیر حجاج لڑکے کی جنگی سوجھ بوجھ پر حیران رہ گیا۔ اور یک لخت اس کا ذہن اس طرف منقلب ہو گیا کہ سندھ کے بد قماش راجہ کی سرکوبی کے لئے اس لڑکے سے بہتر جرنیل ملنا مشکل ہے۔

اور یہ لڑکا تھا محمد بن قاسم۔

امیر حجاج کو معلوم تھا کہ امیر المومنین ولید ترکستان اور شمالی افریقہ کے محاذوں کے بعد اب ہند کے دور دست ملک میں جہاد کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس نے محمد بن قاسم کو فوراً اس آدمی کے ساتھ جو سندھ سے خبر لایا تھا امیر المومنین کے حضور میں دمشق بھیج دیا۔ محمد بن قاسم نے بڑی خوش اسلوبی سے امیر المومنین کو سندھ پر حملہ کرنے کی طرف راغب کر کے اجازت لے لی۔ اور بصرہ واپس پہنچ کر امیر حجاج کو یہ خوشخبری سنائی وہ دمشق سے مجاہدین کا ایک بہت بڑا لشکر بھی ہمراہ لایا۔

محمد بن قاسم سے امیر حجاج نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ اور اسے بڑی نیک تمناؤں کے ساتھ سندھ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ محمد بن قاسم پہلے شیراز پہنچا۔ اس کے بعد مکران پہنچ کر اس نے اپنا بنیادی مرکز بنایا وہاں سے روانہ ہو کر لس بیلہ پہنچا۔ لس بیلہ میں سندھی گورنر کی مدد کے لئے اپنے سپہ سالار بھیم سنگھ داہر پہلے ہی روانہ

کر چکا تھا۔ اس مقام پر سندھی لشکر ایک مضبوط قلعہ میں اپنا ہیڈ کوارٹر بنا چکا تھا۔ مگر محمد بن قاسم کے طوفانی حملوں نے قلعہ فتح کر کے سندھی لشکر کا بھرکس نکال کر رکھ دیا۔ اس کے چند دن بعد محمد بن قاسم کی فوج دیبل سے چند میل دور پڑاؤ ڈال چکی تھی۔ آگے بڑھ کر دیبل کا محاصرہ کر لیا گیا۔ مگر پانچ دن کی سرفروشانہ کوششوں کے باوجود کامیابی کے آثار نظر نہ آئے۔ تو محمد بن قاسم نے ایک بڑی منجنیق عروس سے قلعے کی دیواروں پر پتھر برسانے شروع کئے۔ شہر کے وسط میں ایک سرخ رنگ کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ جب بھاری پتھروں نے سرخ جھنڈے کو گرایا تو راجہ کے توہم پرست فوجی بھاگ نکلے۔ محمد بن قاسم نے دیبل کے محل میں صبح کی نماز ادا کی۔ محمد بن قاسم نے تمام قیدیوں کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔ سندھ کے ہندو فوجیوں کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ایک فاتح اپنے مفتوحین سے ایسا سلوک کر سکتا ہے۔ دیبل کے لوگوں نے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسے بھگوان کے ایک نئے اوتار کے روپ میں دیکھا۔

محمد بن قاسم دیبل کی فتح کے بعد نیرون کی طرف بڑھا۔ نیرون راجہ داہر کا صدر مقام تھا۔ جب داہر کو دیبل کی فتح کی خبر ملی تو اس نے مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ نیرون بھی غازیان اسلام کی یلغار کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔ اس کے بعد سیون کی باری آئی۔ سیون کے بعد سوستان بھی ختم ہو گیا۔

جون ۷۱۳ء میں محمد بن قاسم نے دریائے سندھ عبور کر کے برہمن آباد کا رخ کیا۔ جہاں نیرون سے بھاگ کر داہر نے اپنی تمام فوج کو جمع کر کے فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ یہاں سے محمد بن قاسم نے اپنی ماں، بیوی اور چچا کو تمام تفصیلی حالات سے مطلع کیا۔ اور بتایا کہ فیصلہ کن جنگ اب شروع ہو گی دنیا کی عظیم ترین

جنگوں میں سے براہمن آباد کی جنگ بھی ایک ہے۔ محمد بن قاسم نے حملے کا حکم دے دیا
شام تک داہر تیس ہزار فوجیوں کے ساتھ خاک و خون میں تڑپ کر ٹھنڈا ہو چکا تھا
برہمن آباد کے قلعہ کے تہ خانے سے وہ مسلمان قیدی بھی مل گئے جو سراندیپ سے روانہ
ہونے کے بعد عدم پتہ ہو چکے تھے۔ اور وہ لڑکی بھی مل گئی جس کی چیخ سے متاثر ہو کر حجاج
نے سندھ پر حملہ کا حکم دیا تھا۔ برہمن آباد کی فتح نے ہندوستانی راجوں کو مسلمان غازیوں
کی اس یلغار سے بچنے کے طریقے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اور وہ تمام اکھٹے ہو کر اس بات پر غور
کرنے لگے کہ اب اس سے بچاؤ کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ برہمن آباد کی فتح اور مسلمان قیدیوں
کی رہائی کے بعد محمد بن قاسم کی اگلی منزل ارور تھی (موجودہ روہڑی کے قریب) ارور میں داہر
کا بیٹا حکمران تھا۔ ملک غازیان اسلام کے ارور پہنچنے سے پہلے ارور کا حکمران اپنے خصوصی
امراء کو ساتھ لے کر بھاگ نکلا اور محمد بن قاسم نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ اب ملتان
کی باری تھی۔ ملتان کے محاصرے کے درمیان محمد بن قاسم کو عرب کے مدبر اعظم عظیم فاتح
اور کفر شکن بطل عظیم حجاج بن یوسف کی وفات کی خبر ملی۔ محمد بن قاسم کو معلوم تھا کہ اس
وقت ترکستان، شمالی افریقہ اور ہند میں غازیان اسلام جن کامرانیوں اور کامیابیوں سے
ہمکنار ہو رہے ہیں صرف اس بطل جلیل کی وجہ سے ہے۔ مگر اس نے دل برداشتہ ہو کر جہاد
جاری رکھا۔ چند دن کی مزاحمت کے بعد ملتان کے باشندوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ امیر
داؤد نصر کو اپنا قائم مقام بنا کر اس نے واپسی کا ارادہ کیا۔ ارور کے مقام پر اسے قنوج (موجودہ
اودھے پور کے قریب) کے راجہ سے سامنا کرنا پڑا۔ مگر اس نے دیکھا محمد بن قاسم کے لشکر
میں عرب فوج سے کہیں زیادہ سندھی لوگ ہیں جو محمد بن قاسم کی جے کے نعرے لگا رہے ہیں۔
تو میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ ارور میں محمد بن قاسم سندھ کے انتظامی امور سے فارغ

ہو کر نئے حالات کا جائزہ لے رہا تھا کہ اب اگلا قدم کس طرف اٹھایا جائے اس دوران سندھ کے اکثر شہروں میں محمد بن قاسم کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر مقامی باشندوں نے اس کی مورتیاں تراش کر شہروں کے وسط میں نصب کر دی تھیں۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنی مورتیاں ہٹوائیں۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اکثر مقامات پر اس کے حکم سے جب مورتیاں توڑی گئیں تو سندھی پتھر کے ان ٹکڑوں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں جواہرات سے قیمتی سمجھ کر اپنے گھروں میں لے گئے ایک مغربی مورخ کے قول کے مطابق محمد بن قاسم کا آفتاب اقبال عین دوپہر کے وقت غروب ہو رہا تھا۔ اسے نئے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی طرف سے حکم ملا کہ فوراً دربار خلافت میں حاضر ہو جاؤ۔ محمد بن قاسم جانتا تھا کہ نئے خلیفہ کے جذبات اس کے متعلق معاندانہ ہیں اگر وہ چاہتا تو سندھ میں اپنی خود مختار حکومت کا اعلان کر سکتا تھا۔ مگر اسلام نے اطاعت امیر کا جو حکم دے رکھا تھا ایک سچے مسلمان کو اس سے سرتابی کی مجال نہ تھی۔ نئے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن ابو کبشہ کو سندھ کے گورنر کے عہدے پر تعینات کر کے اسے حکم دیا تھا کہ محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے دمشق روانہ کیا جائے۔

تمام مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ ارور سے محمد بن قاسم کا کوچ سندھیوں کے لئے ایک جانگداز حادثہ تھا۔ عورتیں بچے بوڑھے جوان تمام شہر سے نکل کر اس کے راستہ میں پھولوں کے ہار لئے کھڑے تھے اور بعض کی اس منظر سے چیخیں نکل رہی تھیں۔ فاتح سندھ ایک قیدی کی حیثیت میں ارور سے روانہ ہو رہا تھا۔ محمد بن قاسم کی گرفتاری اور دمشق کو روانگی کی خبر تمام سندھ میں بجلی کی چمک کی طرح پہنچ چکی تھی لوگ جوق درجوق چیختے چلاتے اس کے آخری درشن کے لئے وہاں پہنچ رہے تھے۔ بعض ہندو سپہ سالاروں

بڑے بڑے زمینداروں اور راجوں نے محمد بن قاسم تک یہ آواز پہنچائی کہ آپ کے ایک اشارہ ابرو ہم دمشق سے آنے والے گورنر اور اس کی فوج کو تہس نہس کر سکتے ہیں۔ مگر اس نے پر زور الفاظ میں انہیں روک دیا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یزید بن ابی کبشہ نے سندھیوں کے جذبات سے متاثر ہو کر اشارۃً محمد بن قاسم کے سامنے چند تجاویز رکھیں۔ بلکہ یہاں تک کہا کہ یہاں کے لوگ آپ کو ایک دیوتا سمجھتے ہیں آپ ادر سے نکل کر جو مناسب سمجھیں کریں میں خلیفہ سے نمٹ لوں گا مگر اسلام کے اس بطل جلیل، غازی اعظم اور مجاہد ملت نے تمام تجویزوں کو ٹھکرا دیا اور قیدی کی حالت میں عازم دمشق ہو گیا۔ یہ قافلہ دیبل پہنچا تو دیبل کے بازار پھولوں سے لدے ہوتے تھے اور تمام اہل شہر سڑکوں اور چھتوں پر نکل آئے تھے مگر محمد بن قاسم ایک صبر و ثبات اور عزم و حوصلہ کی ایک چٹان بنا اپنے گھوڑے پر سوار خاموش یہ منظر دیکھتا ہوا جہاز تک پہنچ گیا۔

افسوس کہ اسلام کا یہ بطل جلیل ایک عاقبت نا اندیش خلیفہ سلیمان ذاتی انا کی نذر ہو گیا۔

خوش درخشید شعلہ مستعجل بود

سلطان محمود غزنوی

غزنی کا یہ جانباز مجاہد اپنے باپ سبکتگین کے مرنے کے بعد تخت نشین ہوا افغانستان اور اس کے ملحقہ علاقوں کے حکمرانوں سے جو اسے جنگیں لڑنا پڑیں وہ کسی صورت میں ہندوستان کی مہمات سے کم نہیں۔ مگر زیر نظر سطور میں صرف ہندوستان کی مہمات سے متعلق اجمالی طور پر ایک خاکہ نذر ناظرین ہے۔

پہلی مہم محمود کی پہلی مہم سرحدی قصبات کے خلاف سنہ ۱۰۰۰ء میں وقوع میں آئی۔ بہت سے قلعے اور اضلاع زیر نگیں آئے۔ اس کے بعد محمود غزنوی واپس چلا گیا۔

دوسری مہم اسی سال سلطان محمود نے دس ہزار گھوڑ سواروں کی سرکردگی میں ہندوستان پر دوسری بار لشکر کشی کی تاکہ اسلام کا پرچم بلند ہو پشاور کے مقام پر خونخوار معرکہ ہوا جس میں ہندو شکست کھا گئے پندرہ ہزار ہندو اس معرکہ میں تہہ تیغ ہو گئے زمین پر وہ قالین کی مانند بچھ کر درندوں اور گدھوں کی خوراک بن گئے جے پال اور اس کے بیٹے پوتے لاتعداد قریبی رشتہ دار اور افسر گرفتار کر لئے گئے۔ مورخ عتبی (ATBA) کے بقول مضبوطی سے رسوں کے ساتھ باندھ کر انہیں سلطان کے حضور پیش کیا گیا ان بدکرداروں کے چہرے پر کفر کے داغ نمایاں تھے۔

تیسری مہم محمود کی تیسری مہم بھیرہ کے راجہ کے خلاف تھی جس نے سلطان سے تعاون کے وعدوں کو وفا نہ کیا تھا یہ درست ہے کہ راجہ خم ٹھونک کر

میدان میں آیا لیکن آخر کار وہ میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کر گیا اس کا پیچھا کیا گیا اور انجام کار اس نے خودکشی کر لی۔

چوتھی مہم چوتھی بار سلطان محمود نے ۱۰۰۶ء میں ملتان کے حاکم ابوالفتح داؤد کے خلاف لشکر کشی کی داؤد قرامطی ملاحدہ سے تعلق رکھتا تھا اس فرقہ کے لوگ صحیح اسلامی عقائد پر ایمان نہیں رکھتے تھے ۹۳۰ء میں ان قرامطیوں نے مکہ مکرمہ پر دھاوا بول دیا تھا اور حجر اسود اور دیگر مقدس یادگاروں کو لے اڑے تھے ان لوگوں کے نزدیک حرام گوشت کھا لینے میں کوئی جرم نہ تھا پس اگر محمود داؤد کو راجپوتوں جیسا ہی کافر سمجھتا تھا تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہ تھی ۱۰۰۶ء میں سلطان نے غزنی سے تسخیر ملتان کی خاطر کوچ کیا چونکہ پنجاب راستے میں پڑتا تھا یہاں کا راجہ انند پال مقابل میں آیا لیکن سلطان اس پر غالب آگیا اور اس نے اسے کشمیر کی طرف بھگا دیا اس کے بعد سلطان نے ملتان پر چڑھائی کی سات دن تک جنگ کرنے کے بعد ملتان پر قبضہ کر لیا۔

پانچویں مہم کچھ عرصہ بعد سلطان تک یہ پرچہ لگا کر سکھ پال عرف نواسہ شاہ نے خود مختاری کا اعلان کر دیا ہے اور اسلام سے منحرف ہو گیا پس سکھ پال کو سزا دینے کے لئے سلطان نے ایک بار پھر ہندوستان پر چڑھائی کی نواسہ شاہ کو شکست دی اور انتظام حکومت خود سنبھال لیا۔

چھٹی مہم سلطان کی چھٹی مہم ۱۰۰۸ء میں انند پال کے خلاف سرانجام پائی فرشتہ کے بیان کے مطابق انند پال نے اجین، گوالیار، کالنجر، قنوج، دہلی اور اجمیر کے راجاؤں کا ایک محاذ قائم کیا۔ ملتان کے کھوکھر بھی سلطان کے خلاف اس یدھ

میں انندپال کی رکاب میں آ گئے ڈاکٹر ایشوری پرشاد کے الفاظ میں نسل دھرم اور دیس پیار کی قوتیں ایک ہو کر اس کے خلاف صف آرا ہو گئیں تاکہ ہندو تہذیب و ثقافت اور ہندوؤں کی عزت و آبرو کو وحشیوں کے ہاتھوں غارت ہونے سے بچایا جائے گھمسان کا رن پڑا سروپا برہنہ خنجر بکف اور نیزہ بدست کھوکھر کارزار میں در آئے اور تین چار ہزار مسلمانوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ شومی بخت کہ جس ہاتھی پر انندپال سوار تھا بدکا اور معرکہ کارزار سے بھاگ نکلا ہندوؤں کی فوج میں ابتری پھیل گئی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلے کثیر تعداد ہندو قابو آ گئے اور موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

ساتویں مہم ۱۰۰۹ء میں سلطان نے کانگڑہ کی پہاڑیوں میں ناگرکوٹ کے خلاف ایک لشکر بھیجا ناگرکوٹ کا قلعہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع تھا اور ہندوؤں نے اس قلعہ میں بے شمار زر و جواہر چھپا رکھے تھے مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جب ہندوؤں نے انہیں ٹڈی دل کی صورت میں آتے دیکھا تو انہوں نے خوفزدہ ہو کر قلعے کے دروازے کھول دیئے سلطان کو غنائم میں سات لاکھ طلائی دینار سات سو من طلائی اور نقری طشتریاں دو سو من سونے کی اینٹیں دو ہزار من خام چاندی۔ بیس من جواہر موتی ہیرے عقیق اور دیگر قیمتی پتھر ہاتھ لگے۔

آٹھویں مہم ۱۰۱۰ء میں سلطان نے ملتان کی جانب لشکر کشی کی اور باغی داؤد کی سرکوبی کی۔

نویں مہم منہ کی کھانے کے باوجود بھی انندپال نے دل چھوٹا نہ کیا وہ اس پر تلا ہوا تھا کہ دشمن کا راستہ روکے نتیجہ جو ہو سو ہو نندہ میں اس نے اپنی راجدھانی منتقل کر لی مختصر سی فوج جمع کی اور کوہستان نمک کے علاقے میں اپنی پوزیشن مستحکم کر

لی اس کے پتر ترلوچن پال نے اس کی جگہ سنبھالی ۱۰۱۴ء میں سلطان نے مختصر محاصرہ کے بعد قبضہ کرلیا ترلوچن کشمیر کی جانب فرار اختیار کر گیا مگر سلطان نے اس کا تعاقب کیا اور ترلوچن پال اور کشمیری حکمران کے کماندار کی مشترکہ فوجوں کو شکست دی۔

نویں مہم ۱۰۱۵ء اور ۱۰۲۱ء کے دوران سلطان نے تسخیر کشمیر کی دوبارہ کوشش کی مگر دونوں بار ناکام رہا آخر کار اس نے تسخیر کشمیر کا خیال دل سے بالکل ہی نکال دیا۔

دسویں مہم تھانیسر کو فتح کیا اس کے بعد کی مہم قنوج کے خلاف روانہ کی گئی۔

گیارھویں مہم سلطان ۱۰۱۵ء میں غزنی سے روانہ ہوا۔ راستے میں جتنے قلعے آئے وہ انہیں زیر نگیں کرتا آتا پھر وہ باران یا بلند شہر پہنچا۔ جہاں کے حکمران راجہ ہردت نے اطاعت قبول کرلی اور اپنی دس ہزار رعایا کے ساتھ مشرف با اسلام ہو گیا۔ اب سلطان نے ہندوؤں کے مقدس مقام متھرا پر چڑھائی کی متھرا کو مندروں کا شہر کہیں تو بجا ہے۔ مندر جن کی تعمیر ٹھوس اور جن کے ڈیزائن نادر تھے متھرا کا ذکر کرتے ہوئے عتبی لکھتا ہے اس (سلطان محمود) نے ایک ایسا شہر دیکھا جسے دیکھ کر عقل انگشت بدنداں اور فکر کو حیرت ہوتی تھی سلطان نے متھرا شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اور ایک کونے سے دوسرے کونے تک سارا شہر لٹوا دیا۔ برندا بن میں جہاں متعدد قلعے واقعہ تھے ان کا حشر بھی ایسا ہوا حملہ آور فوج کی خبر پاتے ہی یہاں کا حاکم بھاگ نکلا سلطان نے قلعوں اور مندروں پر دھاوا بول دیا اور اسے خوب مال غنیمت ہاتھ لگا۔

بارھویں مہم ۱۰۲۲ء میں سلطان قنوج شہر کے صدر دروازے تک پہنچ گیا۔ راجہ راجیہ پال حکمران تھا اس نے جنگ کے بغیر ہتھیار ڈال دیئے پر مختلف راجپوت حکمرانوں خصوصاً کالنجر کے گونڈا اور چاندیل راجپوتوں کو تاؤ آگیا گونڈ راجہ نے خود کو گوالیار کے راجہ کا حلیف بنایا اور راجیہ پال پر چڑھ دوڑا اور اسے قتل کر دیا جب سلطان کو معلوم ہوا کہ اس کے باجگزار راجہ کو قتل کر دیا گیا ہے تو اس نے چاندیل شہزادہ کی سرکوبی کرنے کا فیصلہ کر لیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان کو غیر متوقع طور پر فتح نصیب ہو گئی اور کثیر مال غنیمت اس کے ہاتھ لگا۔

تیرھویں مہم ۱۰۲۲-۲۳ء میں سلطان نے گوالیار کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور حاکمہ گوالیار کو مجبور کیا کہ وہ اطاعت بجا لاتے بعد ازاں اس نے کالنجر کا رخ کیا جہاں گونڈ راجہ حکمران تھا گونڈ راجہ نے سلطان کی قوت کو دیکھا تو سر اطاعت خم کرنے میں عافیت دیکھی۔

چودھویں مہم سلطان محمود کی مہمات میں سب سے زیادہ اہمیت سومنات کی مہم کو حاصل ہے اکتوبر ۱۰۲۴ء میں سلطان نے غزنی سے کوچ کیا۔ راجپوتانہ کے صحراء کو عبور کرنے کے لیے سلطان نے خاطر خواہ بندوبست کیا تھا ہر فوجی کو حکم تھا کہ اپنے ہمراہ سات دن کا آزوقہ (خوراک اور پانی) اور جانوروں کے لئے پانی لے لے تیس ہزار اونٹ عساکر سلطانی کے لئے اشیا خورد نوش کا بوجھ اٹھائے چل رہے تھے۔ جنوری ۱۰۲۵ء میں انہلواڑہ (یا نہروالہ) پہنچا تو وہاں کا حاکم راجہ بھیم دیو اپنی فوج کے ہمراہ بھاگ نکلا اکثر فوجی پیچھے رہ گئے ان کی قسمت میں شکست اور لوٹا جانا لکھا گیا۔ ازاں بعد سلطان نے سومنات کا رخ کیا کہا جاتا ہے کہ سومنات کی تسخیر کے بعد جب

سلطان نے بت کو توڑنا چاہا تو پوجاریوں نے التجا کی کہ وہ اس سے باز رہے اور جو چاہے لے لے لیکن سلطان نے یہ جواب دیا کہ وہ بت فروش نہیں بننا چاہتا بلکہ اس کی خواہش ہے کہ اسے بت شکن محمود کی حیثیت سے جانا جائے۔

پندرھویں مہم سومنات کی تسخیر کے بعد انہلواڑہ (نہروالہ) کے راجہ پر چڑھائی کی گئی جس نے کھانڈا کے قلعہ میں پناہ لی اس قلعہ کے چاروں طرف سمندر پھیلا ہوا تھا۔ سلطان نے جزر کے وقت سمندر کا رخ کیا اور سلطان کی پیش قدمی کی خبر سن کر راجہ بھاگ نکلا اور علاقہ سلطان کے زیر نگین آگیا

سولہویں مہم گوالیار کی فتح۔

سترھویں مہم سلطان کی آخری مہم کا ہدف کوہستان نمک کے جاٹ تھے۔ جب سلطان سومنات سے مراجعت کر رہا تھا تو جاٹوں نے راستے میں سلطان کی فوج کی بے آبروئی کی تھی اس مہم کا مقصد جاٹوں کی سرکوبی تھا سلطان نے چودہ ہزار کشتیوں کی تعمیر کا حکم دیا ہر کشتی میں اسلحہ رکھا گیا اور بیس تیر انداز تیر و کمان نیز بارود اور تیل کے ساتھ ان کی حفاظت کے لئے مامور کر دیئے جاٹوں کے پاس بھی آٹھ ہزار کشتیاں موجود تھیں لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے ہزیمت اٹھائی ان میں اکثر تہہ تیغ ہو گئے ڈاکٹر براؤن کے الفاظ میں مورخوں کے ہاں سوائے تعریف کے پل باندھنے کے کچھ نہیں اس نے سومنات کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی اور اسے تاراج کیا تھا بشرطیکہ یہ کام آسان اور نفع بخش ہوتا براؤن لکھتا ہے اس سے پہلے جب خلیفۃ المسلمین نے سمرقند اس کے حوالے کرنے سے پہلے انکار کر دیا تو وہ خلیفہ تک کو موت کی دھمکی دینے سے نہ ٹلا فارس و خراسان تک سے مشرقی علوم کے مروجین سے اس کا دربار

بغیر تقاضے کے جھلملا اٹھا سلطان کی عظمت وشان کے خاور درخشاں کے گردش کرنے لگے عنبیٰ عہد سلطان کا عظیم ترین ادیب جسے درباری مورخ کی حیثیت حاصل تھی اس کی تاریخ میں تاریخ اور سن بھی نہیں ملتے فردوسی دربار سلطانی سے متعلق مشہور شعراء میں تھا وہ لکھتا ہے کہ ہندو خاک کے ذروں کی مانند ہو گئے جو ہر طرف بکھرے ہوں اور ان کی مثال اس داستان پارینہ کی سی ہو گی جو بڑے بوڑھوں کی زبان سے بیان ہوتی ہے۔

سلطان ایک عابد، عالم، شب زندہ دار اور علم و فضل کا قدردان حکمران تھا۔ اس کی سیرت کے جو واقعات ہم تک پہنچے ہیں وہ ہندوؤں اور انگریزوں کے لکھے ہوئے ہیں۔ ہندو اس کے شدید دشمن تھے۔ اور بعد میں آنے والے انگریز مورخ ہندوؤں کو خوش رکھنے کے لئے مسلمان مجاہدین کے خلاف زہر اگلتے رہے۔ سلطان کی سیرت کا نمایاں تر پہلو یہ ہے کہ بت خانے برباد کرنے کے باوجود اس نے جبراً کسی کو مسلمان نہیں کیا۔ آخر تاریخ اسلام کا یہ تابناک ستارہ ۱۰۳۰ء میں روپوش ہو گیا۔

ہندوستان میں مستقل سلطنت اسلامیہ کا بانی

سلطان شہاب الدین محمد غوری

فاتح سندھ غازی محمد بن قاسم کے بعد یزید بن ابی کبشہ نے سندھ پر بڑی کامیابی سے حکومت کی مگر امیر حجاج بن یوسف کے زمانہ میں اسلام دشمن عناصر جو زیر زمین چلے گئے تھے ان میں اکثر تخریب کاروں نے سندھ جیسے دور دراز ملک کی طرف بھاگنا شروع کر دیا اور اس حد تک طاقت حاصل کر لی کہ ہندوستان کے ہندو راجاؤں سے مل کر مسلمانوں کی حکومت کو سخت نقصان پہنچایا۔ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ سے بہت پہلے شیعوں کی ایک شاخ جو اب باطنیوں کے نام سے موسوم ہو چکی تھی ان کے باقیات السیات میں سے ہی ابو الفتح داؤد نے ملتان کو اپنا دار الحکومت بنا کر مسلمانوں کو چن چن کر ختم کر دیا۔ ہندوستان میں مستقل سلطنت اسلامیہ کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے سلطان شہاب الدین محمد غوری کے ہاتھوں رکھی۔

محمد غوری کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی وجوہ بیان کی جاتی ہیں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک صاحب عزم انسان تھا اس نے خود کو پنجاب کے علاقے کا جو دولت غزنویہ کا ایک حصہ سمجھا جاتا تھا وارث خیال کیا علاوہ بریں تحفظ مملکت بھی مقتضی تھا کہ وہ پنجاب کے والی خسرو ملک اور ملتان کے قرامطیوں کو شکست دے۔ مسلمان ہونے کے باعث اس کی خواہش تھی کہ وہ ہندوستان پر چڑھائی کرے اور وہاں اسلام کی اشاعت کرے۔ ۱۱۷۵ء میں محمد غوری نے ملتان پر حملہ کرنے کے لئے ہندوستان پر یلغار کی ملتان

کے زندیقوں کو بآسانی شکست دے دی گئی اور ملتان پر قبضہ ہو گیا اور ایک راسخ عقیدہ مسلمان کو ملتان کا والی مقرر کیا گیا۔

سلطان محمد غوری نے گجرات میں واگیل خاندان کے راجہ بھیم ثانی کی حکومت کے صدر مقام انہلواڑہ پاٹن پر بھی حملہ کیا تاہم اسے شکست ہوئی اور اسے پسپا ہونا پڑا۔ اس پسپائی سے عساکرِ سلطانی کو اس قدر نقصان پہنچا کہ پیش قدمی کی محنت اس کے سامنے گرد ہو کر رہ گئی اور غزنی پہنچنے والی فوج اصل فوج کا عشر عشیر بھی نہ تھی محمد غوری خوش نصیب تھا کہ اپنی شکست خوردہ فوج کو سلامت لے کر غزنی پہنچ گیا۔

۱۱۷۹ء میں اس نے پشاور پر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔

۱۱۸۵ء میں محمد غوری نے پنجاب پر دوبارہ حملہ کیا۔

۱۱۸۶ء میں محمد غوری نے ایک بار پھر پنجاب کا قصد کیا اور لاہور کا محاصرہ کر لیا۔ یہ درست ہے کہ محمد غوری پنجاب ملتان اور سندھ پر قابض ہو چکا تھا جہاں تک ہندوستان کی فرمانروائی کا تعلق ہے ہنوز دلی دوراست والا معاملہ تھا۔

پرتھوی راج چوہان رائے پتھورا اور دہلی اور اجمیر کے راجاؤں نے طے کیا کہ وہ محمد غوری کی پیش قدمی میں مزاحم ہوں گے۔ چنانچہ پرتھوی راج نے محمد غوری کے خلاف لشکر کشی کی ۱۱۹۱ء میں تھانیسر سے چودہ میل کے فاصلہ پر ترائن کے مقام پر دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی۔ محمد غوری کے بازو پر گہرا زخم آیا۔ اس زخم کی تاب نہ لا کر سلطان پلٹا اور اس کا خون تھا کہ تھمنے کا نام ہی نہ لیتا تھا اس کی قوت جواب دینے لگی اور قریب تھا کہ وہ گھوڑے کی پیٹھ سے گر جائے عین اس وقت ایک خلجی سپاہی نے سلطان کو سہارا دیا اور اسے میدان کارزار سے بسلامت نکال لے گیا مسلمان فوج

مختلف سمتوں میں منتشر ہو گئی چالیس میل تک اس کا تعاقب کیا گیا اور اس کے بعد اس کا تعاقب ختم کیا گیا محمد غوری غزنی لوٹ گیا۔ محمد غوری غزنی پہنچا تو اس نے اس تمام سرداروں اور سپاہیوں کو کڑی سزائیں دیں جو میدان جنگ سے بھاگ نکلے تھے ان کی سر عام بے عزتی کی گئی اور انہیں شہر میں پھرا پھرا کر ذلیل کیا گیا ترائن میں ہزیمت اٹھانے کے بعد محمد غوری سوتا تو بے چین رہتا اور جاگتا تو سراپا اضطراب رہتا بعض مورخین کے قول کے مطابق وہ اس عرصہ میں نہ حرم میں گیا اور نہ چارپائی پر سویا۔ بھاگنے والے تمام چیدہ سرداروں کے منہ پر جو سے بھرے ہوئے توبڑے چڑھا کر انہیں شہر میں گھمایا۔ آخر ایک سرد و گرم چشیدہ بزرگ نے کہا اب انہیں معاف کیجئے اور ان کی حوصلہ افزائی کیجئے۔ سلطان محمد غوری نے اس بزرگ کے مشورہ پر عمل کر کے سب کو معاف کر دیا اور ان کو اپنے اپنے عہدوں پر بحال کر دیا۔ ۱۱۹۲ء میں اس نے غزنی سے کوچ کیا اور یلغار کرتا ہوا ترائن کے قریب ڈیرے ڈال دیئے گھمسان کا رن پڑا۔ پرتھوری راج کی کمان میں کم و بیش ایک سو پچاس شہزادے مصروف پیکار تھے۔

محمد غوری نے بارہ ہزار گھوڑ سواروں کی مدد سے ہندوؤں کی فوجوں پر جان پر کھیل کر یلغار کر دی اور ہندوؤں کے لشکر میں موت اور تباہی کے بگولے ناچنے لگے۔ گووندرائے نے میدان جنگ میں جان ہار دی۔ کھانڈے رائے جس نے ۱۱۹۱ء میں سلطان کو میدان جنگ میں زخمی کیا تھا وہ بھی کھیت رہا۔ پرتھوری راج کا دل ٹوٹ گیا اپنے ہاتھی سے اترا اور بھاگنے کی کوشش کی مگر موضع سرسوتی کے قریب گرفتار ہو گیا۔

ترائن کی دوسری لڑائی ہندوستان کی تاریخ میں ایک عہد آفرین واقعہ کی حیثیت رکھتی ہے اس سے محمد غوری کی ہندوستانی ریاستوں پر قطعی کامیابی یقینی ہو گئی۔

اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ مسلمان اس قابل ہو گئے کہ سرسوتی سامانہ کہرام اور ہانسی پر بہت زیادہ دشواری اٹھائے بغیر قابض ہو گئے سلطان نے بتوں والے مندر منہدم کروادیئے اور ان کی جگہ مساجد اور مدارس نے لے لی۔

پرتھوری راج کے ایک بیٹے کو اجمیر کا والی مقرر کیا گیا اور اس نے خراج دینا منظور کر لیا ہندوستانی مقبوضات کو قطب الدین کی علمداری میں چھوڑ کر سلطان غزنی لوٹ گیا۔ مختصر سے عرصہ میں قطب الدین ایبک نے میرٹھ کول اور دہلی کو فتح کر لیا۔ ۱۱۹۴ء میں سلطان محمد غوری نے قنوج پر لشکر کشی کی اور راٹھور حکمران نے بھی چوہان راجہ کی طرح شکست کھائی جب دونوں لشکر مقابل میں آئے تو گھمسان کا رن پڑا کفار اپنے لشکر کی کثرت اور مسلمان اپنی عالی حوصلگی کے باعث میدان میں جمے رہے۔ آخر کار کفار بھاگ نکلے اور فتح نے مومنین کے قدم چومے ہندوؤں کا قتل عام وسیع پیمانے پر ہوا۔ سوائے عورتوں اور بچوں کے کسی کی جان بخشی نہ ہوئی۔

چھند واڑہ کی لڑائی میں جے چندر کی آنکھ میں تیر لگا جو اس کی جان لے کر ٹلا۔ اور وہ ہاتھی سے مردہ ہو کر گر پڑا۔ سلطان نے اب آنسی کے قلعہ پر چڑھائی کی آنسی زیرنگیں آگیا اور خزائن پر سلطان کا قبضہ ہو گیا بنارس میں کوئی سو کے قریب مندروں کو منہدم کر دیا گیا اور ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کی گئیں۔

۹۸-۱۱۹۷ء میں ایبک نے بدایوں پر قبضہ کر لیا۔

قنوج فورج اور چھندواڑہ بھی دوبارہ زیرنگیں لائے گئے اس نے مالوہ کو بھی روند ڈالا ۳-۱۲۰۲ء میں ایبک نے کالنجر پر چڑھائی کر دی اس طرح کالنجر مہوبا اور کھجوراہو پر قبضہ ہو گیا۔

ہندوستان میں جب اس طرح کے حالات کا دور دورہ تھا محمد غوری کے ملک پر ترکوں نے حملہ بول دیا ۱۲۰۴ء میں آندخوند کے مقام پر اس کے قائم مقام کو وہ شکست ہوئی جس سے ہندوستان میں اس کی عسکری ساکھ برباد ہو کر رہ گئی۔ ہندوستان میں محمد غوری کے قتل ہو جانے کی افواہیں اڑ گئیں۔

پس محمد غوری کے لئے بہ نفس نفیس ضروری ہو گیا ۱۲۰۵ء کے اواخر میں محمد غوری اور ایبک کی مشترکہ فوجوں نے کھوکھروں کو دریائے جہلم اور دریائے چناب کے درمیان شکست فاش دی۔ کثیر تعداد میں کھوکھروں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا اور اس سے بھی زیادہ کو جنگی قیدی بنالیا گیا جنگی قیدیوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ ایک دینار کے بدلے پانچ قیدی بیچ ڈالے گئے۔ فروری ۱۲۰۶ء میں محمد غوری لاہور پہنچا اور غزنی مراجعت کھانے کے تمام انتظامات مکمل کر لئے تاکہ وہاں ترکوں کے خلاف جدوجہد جاری رکھ سکے بدقسمتی سے دوران سفر دھمیک ضلع جہلم کے مقام پر بعض شیعہ باغیوں اور کھوکھروں نے اسے مورخہ ۱۵ مارچ ۱۲۰۶ء کو خفیہ طور پر قتل کر دیا سلطان کی نعش کو غزنی لے جایا گیا جہاں اسے دفن کر دیا گیا۔ سر ڈبلیو ہنٹر کے بقول سلطان محمود غزنوی کی طرح محمد غوری کو اسلام کا بازوئے شمشیر زن تو نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ وہ عملی فاتح ضرور تھا اس کی دور دراز کی مہمات کی غایت مندر نہیں بلکہ دار الحکومت ہوتے تھے۔

محمد غوری کے زمانے سے لے کر ۱۸۵۷ء کی آفت تک دہلی کے تخت پر ہمیشہ مسلمان تاجدار ہی جلوہ افروز رہے۔ ہندوستان میں سلطنت اسلامیہ کا بانی ایک عظیم مسلمان فوجی جرنیل فاتح تھا جس کے دم قدم کی برکت سے ساڑھے چھ سو سال سے زیادہ عرصہ مسلمان پورے برصغیر کے حکمران رہے۔ آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے حالات

کی عجیب ستم ظریفی ہے کہ برصغیر میں سلطنت اسلامیہ کا بانی باطنی شیعوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور برصغیر کا آخری مجاہد سلطان ٹیپو شہید بھی شیعہ سازشوں کے ہاتھوں شہید ہوا۔

امام شمویل

ایک الف لیلوی سرزمین کی داستان سکندری کے ایک دیو مالائی کردار کا تذکرہ
ایک ایسے مجاہد کی سرگشت جسے مسلسل تین برس تک کئی لاکھ سپاہی گرفتار نہ کر سکے

کوہ قاف کے سرسبز شمالی پہاڑوں میں ایک گاؤں مارا غل نامی آباد تھا اس کی مسجد کے خطیب شیخ داغستان کہلاتے تھے اس مکتب کی بنیاد آٹھویں صدی عیسوی میں رکھی گئی تھی یہ ۱۸۲۶ء کا ذکر ہے یہاں کے شیخ ملا محمد نے ریاضت و مجاہدہ کی جگہ جہاد کی تعلیمات دینا شروع کر دیں وہ کسی بڑے خطرے کی بو سونگ رہے تھے علاقے کے قوانین نے اس پر تعجب کا اظہار بھی کیا مگر وہ اپنی دھن کے پکے تھے ان کے پاس غمری نامی گاؤں سے دو شاگرد آئے غازی محمد اور شمویل دونوں نے تعلیم مکمل کر لی تو غازی محمد جہاد کے لئے نکل کھڑا ہوا اور شمویل گھر واپس آ گیا ۱۸۲۷ء میں روسی نو آبادی جارجیا میں زار روس داخل ہوا اور اسی نے جرنل پرمالوف کو کوہ قاف کا یہ علاقہ ہر قیمت پر فتح کرنے کا حکم دیا اس خطرے کی بو ملا محمد پہلے ہی سونگھ چکے تھے وہ چاہتے تھے کہ قفقازیہ کوہ قاف کے علاقے کے مسلمان قبائل متحد ہو جائیں تو اس روسی خطرے کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے ان کا شاگرد غازی محمد تو اس تبلیغ پر نکل کھڑا ہوا لیکن شمویل اس پر آمادہ نہ ہو سکا شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اونچی بستی کے طبیب عبدالعزیز کی بیٹی کو چاہتا تھا اور سب سے پہلے اسے حاصل کرنے کے بعد کسی اور بات کے لئے سوچنا چاہتا تھا چند ہی برس گزرے کہ داغستان کی فضا پر اسرار ہونے لگی غازی کو امام داغستان مقرر کر دیا گیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کا اعلان

ہونے لگا شمویل کا خیال تھا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا اور روسیوں سے براہ راست تصادم سے بچنا چاہیے چند روز بعد شمویل پراسرار طور پر مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں عبدالقادر الجزائری کے ساتھ مسلمانوں کے عروج وزوال پر بحث کرنے کے بعد ایک لائحہ عمل تیار کر کے آئے اور آتے ہی غازی محمد کے ہاتھ پر بیعت کر کے جہاد کا آغاز کر دیا ۱۸۳۰ء میں پہلا معرکہ آویریا کی خانم کے ساتھ ہوا جو روسیوں کی پشت پناہی میں تھی اس میں شکست ہوئی تو روسی فوجوں پر چھاپے مارنے کا آغاز کر دیا گیا۔ کوہ قاف کے قریب ہی جرنیل پرالوف نے نذران کے علاقے میں اپنی چھاؤنی قائم کر رکھی تھی وہ جن قبائلیوں کو بھی ساتھ ملاتے غازیوں کے مجاہدان کے سر کاٹ کر روسیوں کی خدمت میں بھیج دیتے۔ ایک روز انہیں خبر ملی کہ غازی محمد شمال کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں غازی محمد کے حملوں سے سرحدی قبائل پر دہشت طاری ہو گئی روسی فوجی بھی سخت پریشان تھے اور زار روس قفقاز کی فتح کی خبر سننے کے لئے بیتاب تھا چنانچہ لاکھوں روسی سپاہی کوہ قاف کے جنگلوں میں داخل ہو گئے شمویل نے غازی محمد کو مشورہ دیا کہ غمری میں مورچہ بند ہو کر جنگ لڑی جائے ۱۲ اکتوبر ۱۸۳۲ء کو دونوں فوجوں کے درمیان جنگ ہوئی پانچ روز تک گھمسان کا رن پڑا مجاہدین گھیرے میں آ چکے تھے چنانچہ روایت کے مطابق ایک دوسرے کی ٹانگوں کے ساتھ رسی باندھ لی اور ایک جا ہو کر موت کا سامنا کرنے لگے ہر طرف لاشیں ہی لاشیں تھیں گلیوں میں خون بارش کی طرح بہہ رہا تھا غمری کے ایک گوشے میں ایک عجیب منظر تھا پچاس روسی سپاہی اور اٹھارہ مجاہد ایک دوسرے سے دست بدست جنگ لڑتے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جس سے آگے کئی سو فٹ گہری کھائی تھی ایک مجاہد نے آخری حربے کے طور پر اچانک اپنی تلوار پھینکی اور ایک روسی سپاہی کو اپنی گرفت میں لے کر کھائی

میں کود گیا وہ مجاہد اس وقت بھی روسی سپاہی پر وار کر رہا تھا جب وہ بلندی سے ہوا میں کود کر تیزی سے موت کے منہ میں جا رہا تھا باقی میں سے چودہ مجاہدین نے بھی یہی کیا تین کھائی میں کودنے سے پہلے ہی شہید ہو گئے تھے۔ ۱۸ اکتوبر کی صبح روسی فوجیوں کو غمری کی بستی میں سے چھ سو اٹھانوے مجاہدین کی لاشیں ملیں ان میں سے ایک لاش غمری کی مسجد سے ملی یہ لاش تھی امام داغستان غازی محمد کی جنرل ویلیاماتوف یہ خبر سنتے ہی خوشی سے پاگل ہو گیا اوزار روس کو لکھ بھیجا کہ باغیوں کا قلع قمع ہو گیا ہے اور کوہ قاف فتح کر لیا گیا ہے عین اس وقت غمری سے چند میل دور اونچی بستی کے قریب ایک غار میں ایک زخمی مجاہد بے ہوش پڑا تھا اس کے زخموں سے رستے والا خون لکیر بناتا ہوا غار سے باہر آکر جم چکا تھا۔ اونچی بستی کی کچھ لڑکیاں پانی بھرنے آئیں ان میں فاطمہ بھی تھی۔ انہوں نے زخمی مجاہد کو دریافت کیا اور پھر فاطمہ کے والد عبدالعزیز کو اطلاع دی جو بستی کے معزز طبیب تھے کچھ دیر بعد عبدالعزیز اپنے برادر نسبتی کو لئے غار میں داخل ہوئے اور زخمی کی دیکھ بھال شروع کر دی رات کے وقت وہ اسے اٹھا کر گھر لے آئے اور تیمارداری شروع کر دی یہ زخمی شیر داغستان شمویل تھا وہ دو دن کے بعد ہوش میں آیا اور تیزی سے صحت یاب ہونے لگا دس پندرہ روز بعد پیر یار اغل وہاں آئے اور عبدالعزیز سے فاطمہ کا رشتہ شمویل کے لئے مانگا غازی محمد کے بعد عزرا حمزہ بیگ مجاہدین کا امام بن چکا تھا غمری کے خونی معرکے کے چند روز بعد اس نے اپنی امامت کا اعلان کر دیا۔ ادھر شمویل بھی صحت یاب ہو چکا تھا عبدالعزیز نے اسے فاطمہ کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے کہا تو شمویل نے پندرہ روز کی مہلت طلب کی اور ایک روز اپنی والدہ ہمشیرہ اور چند دوسرے بزرگوں کے ہمراہ عبدالعزیز کے گھر پہنچ کر فاطمہ سے نکاح کر لیا اس طرح ایک سال گزر گیا شمویل کے گھر

ایک غنچے کا اضافہ ہو گیا جس کا نام جمال الدین رکھا گیا ایک روز اچانک شمویل کی بہن اس کے گھر داخل ہوئیں اور شہیدوں کا واسطہ دیا اس نے کہا کہ تم جیسا زن مرید آج تک نہیں دیکھا ابھی تک تمہارے زخم نہیں بھرے اور تباہ حال لوگ تمہاری جان کو رو رہے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ شمویل کہاں ہے اور تم یہاں چھپے بیٹھے ہو شمویل یہ طعنہ برداشت نہ کر سکا اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر حمزہ بیگ سے جا ملا اس نے شمویل کو نائب مقرر کر لیا۔ حمزہ بیگ آوریا کی حکمران خانم سے انتقام لینا چاہتا تھا چنانچہ اس نے آوریا کا محاصرہ کر لیا اور دھوکے سے خانم کے بچوں کو جو صلح کے لئے آئے ہوئے تھے قتل کرا دیا خانم نے خودکشی کر لی مگر اس کا ایک معتمد ساتھی حاجی مراد نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا اور ایک روز اس نے حمزہ بیگ کو آوریا کی جامع مسجد میں ہلاک کر دیا مرید اپنے سالار کے مارے جانے پر حواس باختہ ہو گئے ہر کسی کی زبان پر یہ سوال تھا کہ آئندہ امام کون ہو گا اور پھر ہر شخص جواب دیتا (شمویل) چار روز بعد شمویل نمودار ہوا اور تیسرے امام کی حیثیت سے حلف اٹھا لیا انہوں نے اپنے لشکر کی تنظیم نو کی طرف توجہ کی اور علاقے کے لوگوں کو بیدار کرنا شروع کر دیا احکام شریعت کا نفاذ کیا اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو شرعی سزائیں دینا شروع کیں اب انہوں نے غمری کی بجائے افلگو کو اپنا صدر مقام بنایا۔ امام شمویل اور اس کے مرید ایک کڑے امتحان سے گزر رہے تھے مگر وہ انتہائی سنجیدگی اور محنت سے کام کر رہے تھے۔ روسیوں نے جنگ تیز کر دی تو چیچنیا کے قبائل نے صلح کی طرف ہاتھ بڑھایا اور امام سے اجازت چاہنے کیلئے ان کے استاد شیخ یاراغل اور خسر عبدالعزیز کو واسطہ بنانا چاہا انہوں نے بات نہ مانی چیچنیا کا وفد امام کی والدہ کے پاس پہنچا اور ان سے سفارش کرائی۔ امام شمویل والدہ کی سفارش سن کر مراقبے میں

میں چلے گئے اور تین روز کے استخارے کے بعد مسجد سے باہر نکلے تو علاقے بھر کے لوگوں کو اپنا منتظر پایا امام کڑتی ہوئی آواز میں بولے کہ صلح گویا کافروں کی اطاعت کر لینے کا نام ہے اس لئے جس نے اس کی سفارش کی ہے اسے سزا ملے گی۔ ایک سو دُروں کی سزا یہ کہہ کر امام نے والدہ کو درے مارنے کی سزا دی ابھی پانچ کوڑے لگے تھے کہ والدہ بے ہوش ہو گئیں تو باقی پچانوے کوڑے امام نے اپنی پشت پر کھائے اس واقعے نے علاقے کے لوگوں پر امام کی جرائت ہمت واستقلال اور جذبے کی دھاک بیٹھ گئی اور صلح کا خیال لوگوں کے دلوں سے نکل گیا ۱۸۳۷ کا موسم خزاں آ چکا تھا مگر ابھی تک روسی جرنیل امام شمویل کو گرفتار یا شہید نہیں کر سکے تھے۔ زار روس نکولائی اوّل طفلس پہنچا اور اس نے تمام جرنیلوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ ہر قیمت پر (باغی) کو زندہ یا مردہ پیش کیا جائے جنرل کلگتو اور جنرل روزان نے زار کو دھوکا دیا کہ (باغی) نے پریڈ کے میدان میں حاضر ہونے کا وعدہ کر لیا ہے مگر زار یہ سمجھ کر کچھ بھانپ گیا اور ان جرنیلوں کو برطرف کر دیا نئے کمانڈر جنرل گلوون نے امام کو دھوکا دینا چاہا اس نے پیر یار اغل کو گرفتار کر لیا اور ان کی تسبیح دے کر ایک شخص کو امام کے پاس بھیجا کہ شیر کو شکاریوں کے نرغے سے نکل جانا چاہیئے یعنی راہ فرار اختیار کر لینا چاہیئے دوسری طرف سے روسی فوج نے امام پر زبردست حملہ کر کے انہیں تنگ گھاٹی میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا۔ جنگ شدت اختیار کر گئی امام شمویل شکست پر شکست کھانے لگے۔ ۱۸ اگست کو امام اپنے بیٹے جمال الدین کو سردار عبدل جیسے غیر جانبدار سردار کے پاس بطور یرغمال بھیجنے کیلئے رضامند ہو گئے۔ ۱۹ اگست کو روسی جرنیل پلوا فلگو میں بات چیت کرنے آیا اور قہقہہ لگا کر بتایا کہ جمال الدین تو اس وقت طفلس بھیج دیا گیا ہے امام کو اس بدعہدی سے سخت صدمہ ہوا اور انہوں نے

مذاکرات آگے بڑھانے سے انکار کر دیا اس پر جنگ سخت ہو گئی بالآخر امام اخلگو سے فرار ہونے پر مجبور ہو گئے اور ۲۰ راگست کی رات رسوں کے ذریعے دریا میں اتر گئے اس موقع پر امام کی بہن والدہ زاہدہ بیگم ننھا سعید اور دو نائب شہید ہو گئے یہاں انہیں بیبر یاراغل کے بیٹے ملا احمد مل گئے اور انہوں نے والد کی شہادت کا واقعہ بتایا امام صبر و سکون سے گوشہ نشین ہو گئے ادھر زار نے امام کے بیٹے جمال الدین کو روسی باشندہ بنانے پر توجہ مرکوز کر دی امام زیادہ عرصہ خاموش نہ رہ سکے اور گوریلا جنگ کا آغاز کر دیا۔ نتیجہ کے طور پر جرنیل گریپ کو واپس جانا پڑ گیا اب نیڈ ہارٹ نے کمان سنبھالی مگر ناکام رہا اس نے امام کے سر کی قیمت جساوی سونا مقرر کی اس نے امام کے منہ بولے بھائی شعیب کو اس کے دشمن بیش کے ذریعے ہلاک کر دیا امام شمویل وہاں مقدمے کے فیصلے کے لئے آئے تو مسجد میں ان پر بھی قاتلانہ حملہ کر دیا گیا اس پر گوبیش اور اس کے ساتھیوں کو سزائے موت دی گئی اور نیڈ ہارٹ اپنے مقصد میں یہاں بھی ناکام رہا۔

ادھر حاجی مراد اور سلطان دانیال بیگ بھی روسیوں سے کٹ کر امام سے آملے۔ دونوں ایک دوسرے کے رقیب بھی تھے جرنیل نیڈ ہارٹ کے وقار کو سخت دھچکا لگا اور اسے واپس جانا پڑا امام کی بیوی فاطمہ بھی اس عرصہ میں انتقال کر گئی ادھر ایک قیدی خاتون شعانت نے امام سے نکاح کی درخواست کی وہ اسلام اور مسلمانوں سے متاثر تھی اس لئے عیسائی سے مسلمان ہو گئی ساتھیوں کے کہنے پر امام نے اس سے نکاح کر لیا شعانت کا اسلامی نام گوہر بیگم رکھا گیا اس کا چچا زاد بھائی عطا روف اسے واپس لینے آیا لیکن اس نے جانے سے انکار کر دیا روسی کمانڈر وارنسٹوف کے ساتھ امام کے بہت سے معرکے ہوتے انہوں نے ساٹھ فی صد روسی فوج آندی کی مہم میں تباہ کر دی کیا روا کے لوگوں نے

امام کو حمایت کیلئے بلایا لیکن عین وقت پر آنکھیں پھیر لیں امام نے غداروں کو سزا دینے کا فیصلہ کر لیا خواتین کو سزا ملنے سے روسی ساکھ کو بہت دھچکا لگا اسی دوران میں حاجی مراد نے روسیوں کے ساتھ دوستی کر لی تھی مگر عملاً وہ ان کی قید میں تھا جب اسے اس کا احساس ہوا تو اس نے فرار کا راستہ اختیار کرنا چاہا اس پر روسی حکام نے اسے ایک دستے کی نگرانی میں طفلس روانہ کر دیا راستے میں حاجی مراد ہتھکڑی اور ایک روسی افسر سمیت ایک کھائی سے نیچے کود گیا دونوں سینکڑوں فٹ کی بلندی سے گرے مگر اس طرح کہ حاجی مراد اس افسر پر سوار تھا اس طرح اس کی جان تو بچ گئی مگر ایک ٹانگ اور تین پسلیاں ٹوٹ گیئں۔ روسیوں نے سمجھا کہ دونوں اس کھائی میں گر کر مر گئے ہیں مگر حاجی مراد صحت مند ہو کر میجر لازراف کے دفتر میں پہنچا اسے قتل کر کے اس کا سر لا کر امام کے قدموں میں ڈال دیا مگر یہ متلون مزاج مجاہد امام کے ہمراہ نہ رہ سکا ان سے الگ ہو کر پھر روسیوں سے جا ملا اس بار اس کے چند ساتھی بھی ہمراہ تھے ایک بار پھر اسے اپنی قید کا احساس ہوا۔ تو وہاں سے بھاگ نکلا مگر روسیوں نے راستے میں اسے گھیر کر شہید کر دیا اس اثنا میں جنگ کریمیا شروع ہو گئی اور روسی فوج کا زیادہ تر حصہ وہاں بھیجنا پڑا جارجیا کے آخری بادشاہ جارج دوازدہم کی بیٹی شہزادی رینا طفلس میں اپنے شوہر کرنل ڈیوڈ کے ساتھ مقیم تھی کرنل ایک شہزادہ تھا اور اسے محاذ کے اگلے مورچوں پر لڑنے کا شوق تھا چنانچہ وہ امام کے مقابلے پر آ کر مارا گیا اور اس کی بیوی قید ہو گئی یہ وقت زار کے لئے بے حد نازک تھا تا کہ جارجیا جیسی نو آبادیوں کو عدم تحفظ کا احساس نہ ہو چنانچہ زار نے جمال الدین کے عوض شہزادی کو چھڑا لیا مگر جمال الدین کو قفقاز کا موسم راس نہ آیا۔ اور وہ انتقال کر گیا زار نکولائی مر گیا تو اس کے بیٹے زار الیگزنڈر نے جرنیل بریاٹنسکی

کوقفقاز کا کمانڈر انچیف بنایا۔ اس نے روس کی تمام تر فوج جنگ میں جھونک دی چنانچہ چیچنیا محاذ کی صورت حال خراب تر ہو گئی۔ روسیوں نے امام کے بیٹے کو داغستان میں گرفتار کرنے کی کوششیں شروع کر دیں لیکن شیر داغستان کا بیٹا غازی محمد اپنے مٹھی بھر جان نثاروں کے ساتھ لڑتا ہوا وہاں سے زخمی حالت میں نکل گیا اونچی بستیوں کے شمال میں طبیب عبدالعزیز کے بھتیجے عبدالرحیم کو غازی محمد کی تیمارداری کا موقع ملا امام شمویل نے اس کے بدلے میں عبدالرحیم کی بیٹی کو اپنی بہو بنالیا اب امام کے پاس صرف آٹھ سو مجاہدین رہ گئے تھے جو رفتہ رفتہ ختم ہو گئے امام کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ زار سے صلح کر لیں یا شکست تسلیم کر لیں۔

روسی افواج نے امام کا گھیراؤ کر لیا تھا بالآخر امام شمویل خدا کے آگے روتے پر مجبور ہو گئے روسی فوجیوں نے دارغین کا محاصرہ کر کے اسے تباہ کر دیا مگر وہاں پائی جانے والی لاشوں میں امام انہیں نہ مل سکے وہ راتوں رات غنیب پہنچ چکے تھے مگر قضاء قدر کے آگے ان کی ایک نہ چلی خنجر اور تلواریں توپوں اور بندوقوں کا مقابلہ کیسے کر سکتی تھیں زار نے امام کو زندہ گرفتار کرنا چاہا بالآخر امام شمویل زار کے مہمان بننے پر مجبور ہو گئے یہ سنتے ہی ملا احمد اپنی کتابوں کی گٹھڑی اٹھا کر چل دیئے۔ روسی سپاہی امام کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب تھے۔ امام شمویل زار کے مہمان مگر عملاً شکست خوردہ قیدی بن کر روس کی سرزمین پر جا رہے تھے اور دور افق پر مسلط ہونے والی تاریکی داغستان کا مقدر بن رہی تھی شیر داغستان کی آمد کی خبر روس کے طول و عرض میں پھیل چکی تھی ہر منزل پر ہزاروں افراد شیر داغستان کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے موجود تھے۔ ہر منزل پر قیام کے بعد بگھی آگے روانہ ہوتی تو بہت سے لوگ بگھی کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگتے

سٹاخر وپول سے ریلوے لائن شروع ہوگئی گاڑی روانگی کے لئے تیار تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ریل میں سوار ہونے کے لئے اس ڈبے کی طرف گئے جو ان کے لئے مخصوص تھا ریل گاڑی فارکوف پہنچی وہاں زار الیگزنڈر کا ایک خاص نمائندہ امام کا منتظر تھا گاڑی رکی تو زار کا نمائندہ امام کے کمرے میں گیا اور مترجم کی معرفت کہا جناب آپ گاڑی سے باہر تشریف لے چلیں زار روس یہاں سے کچھ فاصلے پر موجود ہیں مسلح سپاہیوں نے امام کو سلامی دی اور اس کے بعد امام خیمے میں داخل ہوئے زار الیگزنڈر اپنی مرصع نشست سے اٹھ کر دو قدم آگے بڑھ کر امام شمویل سے بغل گیر ہوا اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ماسکو میں امام اور ان کے ساتھیوں کے لئے شہر کے بہترین ہوٹل کی ایک پوری منزل خالی کرالی گئی زار الیگزنڈر خود بھی خطرہ محسوس کرتا تھا اس نے امام شمویل کو اس سے باہر جانے کی اجازت دینے کے وعدہ سے پھرنے کے لئے بہانے تلاش کرنے شروع کر دیئے لیکن اس نے امام کو زیادہ عزت واحترام نہ دینے کی تجویز سے اتفاق نہ کیا۔ امام کے بغیر ان کو کلوگا بھیج دیا گیا کلوگا آب وہوا کے لحاظ سے روس کا بدترین علاقہ ہے یہاں کا پانی مضر صحت اور آب وہوا خراب ہے کلوگا ماسکو کے جنوب میں اصل روسی صوبوں کے درمیان میں واقع ہے کلوگا اور گردونواح کے علاقوں کے گداگروں کو امام شمویل کی سخاوت کی خبر ملی تو وہ امام کے مکان کے باہر جمع ہونے لگے۔ غازی احمد اور نائبین بھی اپنا الاؤنس امام شمویل کے نام پر گداگروں کو دے دیتے۔ کیپٹن لانووسکی کے بچے شیر داغستان کو دیکھنا چاہتے تھے مگر کیپٹن اس خیال سے ان کو اپنے ساتھ نہیں لاتا تھا کہ کہیں بچوں کی کوئی حرکت امام کو ناگوار نہ گزرے ان بچوں کے ہم جماعت اور دوست روزانہ سے کہتے تھے بھئی اپنے ابا سے کہہ کر ہمیں شیر داغستان دکھا دو جب بچوں کے

ہم جماعتوں کا اصرار بڑھا تو انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا بھئی ابو تو اجازت نہیں دیتے کیوں نہ ہم خود جا کر شیر کو دیکھ لیں سب بچوں نے کہا ٹھیک ہے چنانچہ ایک دن بچے ڈرتے ڈرتے امام شمویل کے مکان پر پہنچ گئے اور دبے پاؤں کمروں میں جھانکنے لگے اتفاق سے امام شمویل اس وقت برآمدے میں ٹہل رہے تھے انہوں نے بچوں کو دیکھا تو ان سے پوچھا کہ بھئی کیا ڈھونڈ رہے ہو بچوں نے کہا ہم شیر دیکھنا چاہتے ہیں وہی شیر جو داغستان سے آیا ہے جس روز امام شمویل نے اپنی تلوار نیام میں ڈال کر سینٹ پیٹرزبرگ کی طرف سفر شروع کیا اس روز کمانڈر بیریاتنسکی نے چیچنیا داغستان اور دوسری ریاستوں کے ان خوانین کو طلب کیا جنہوں نے جنگ میں روس کا ساتھ دیا تھا سب خوانین روسی کمانڈر کے فیلڈ ہیڈ کوارٹر غیر قان شورا پہنچ گئے بیریاتنسکی نے ان کے اعزاز میں شاندار دعوت دی ہر خان کو اس کے مرتبہ کے مطابق خلعت اور طلائی کے سکے اور دیگر تحائف دیئے ان کا شکریہ ادا کیا۔ وقت نے ایک کروٹ لی غداروں نے سوچا تھا کہ امام شمویل کے منظر عام سے ہٹتے ہی وہ اپنے اپنے علاقے کے حکمران بن کر من مانی کرنے لگے داغستانیوں کی ہجرت نے یہ ثابت کر دیا کہ داغستانی غداروں سے نفرت کرتے ہیں۔

امام اب دنیاوی علائق سے بہت بلند ہو چکے تھے ایک بار پھر زار نے انہیں پورے قفقاز کا وائسرائے بنانے کی پیش کش کی امام نے یہ پیش کش ٹھکرا دی زار نے امام کے بیٹے غازی محمد کو وائسرائے بنانے کی پیش کش کی غازی محمد نے انکار کر دیا امام کے چھوٹے صاحبزادے محمد شفیع کو داغستان کا گورنر بنانے کی تجویز پیش کی محمد شفیع نے معذوری ظاہر کر دی آخر زار نے کہا آپ کو میری کوئی پیش کش کوئی تجویز منظور نہیں تو آپ خود تجویز کریں خواہش کریں امام نے جواباً فرمایا شہنشاہ روس کو میری خواہش کا علم ہے

میں نے معرکہ غنیب میں اپنی تلوار اس وقت نیام میں ڈالی تھی جب مجھے یقین دلایا گیا تھا کہ میں جہاں چاہوں جا سکتا ہوں میں اس وقت بھی مذہبی فریضہ کی ادائیگی کے لئے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جانا چاہتا تھا۔

زار الیگزنڈر دوم نے اپنے وزیروں مشیروں کی مخالفت کے باوجود کسی شرط کے بغیر امام شمویل کو حج کے سفر کی اجازت دے دی۔

امیر ولید بن عقبہؓ

اسلام کا یہ بطل جلیل اور امرا اسلام میں بلند رتبہ قائد و مدبر اس کی شان تو ایسی تھی کہ ہم عصر مسلمانوں کی طرح آج کے مسلمان بھی فخر و انبساط اور ادب و تعظیم سے اس کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کے انتخاب پر امیر المومنین عثمان رضہ کے انتخاب کی داد بجائے کم ہے حضرت ولید رضہ صغار صحابہ میں ہیں فتح مکہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی حاضری کا واقعہ خود ہی بیان کیا ہے (العواصم من القواصم ص ۹۱ - ۹۲) منقول از مسند امام احمد رضہ) کہ آپ بھی ان بچوں میں تھے جو حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے سب کے لئے برکت کی دعا کی تقریب التہذیب میں ہے (صحبۃ وعاش الی خلافۃ معاویہ) آپ کو صحبت نصیب ہوئی اور حضرت معاویہ رضہ کی خلافت تک زندہ رہے امیر ولید رضہ کی تمام تربیت حضرت صدیق اکبر رضہ نے کی ان کی حیثیت بارگاہ صدیقی میں وہی تھی جو حضرت ابن عباس رضہ کی حضرت فاروق اعظم رضہ کے ہاں کہ باوجود صغر سنی اور نو عمری اکابر صحابہ کی مجلس میں بار تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضہ نے پہلی خدمت جو ان سے لی وہ فوجی خط و کتابت تھی جو بصیغہ راز آپ کے اور آپ کے سپہ سالار اعظم حضرت خالد بن ولید رضہ سیف اللہ کے درمیان ہوا کرتی تھی (طبری ۴ : ۷ منقول از العواصم تعلیقہ علامہ خطیب ص ۸۶) اس کے بعد آپ کو عہد صدیقی میں سالار عسکر حضرت عیاض بن غنم فہری کا مددگار کی حیثیت سے بھیجا گیا (طبری ۴ : ۲۲ حوالہ مذکور) پھر ۱۳ھ میں قبیلہ قضاعہ سے صدقات کی وصولی کے لئے بھیجے گئے جب شام کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو

حضرت عمرو بن العاص رضؓ کی طرح ایک فوج کی قیادت آپ کے بھی سپرد کی گئی حضرت عمرو رضؓ کو فلسطین کی طرف روانہ کیا گیا اور حضرت ولید رضؓ کو شرق اردن کی طرف (طبری ۴: ۲۹، ۳۰ حوالہ مذکورہ) یعنی حضرت صدیق اکبر رضؓ انہیں حضرت عمرو بن العاص ہی کی اہمیت دیتے تھے۔ پھر ۱۵ھ عہد فاروقی میں آپ کو جزیرہ کا عامل مقرر کیا گیا (طبری ج ۳) پھر بلاد بنی تغلب کا امیر بنایا گیا اور یوں شام کے شمالی علاقے کے مسلم کافر عرب آپ کے لشکر میں شامل ہوئے اور رومیوں کے خلاف جہادوں کا سلسلہ شروع ہوا یہاں آپ نے ان جہادوں کے ساتھ ساتھ نصرانی عربوں میں موعظہ حسنہ سے تبلیغ کا سلسلہ بھی شروع کر دیا بہت سے نصرانی نوجوانوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا جن نصرانی عربوں پر بازنطینی حکومت کا زیادہ اثر تھا وہ بھاگ کر بازنطینی بیڑے سے جا ملے یہ صورت بغاوت کی تھی چنانچہ حضرت ولید رضؓ نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضؓ کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ قیصر روم کو تہدیدی حکم بھیجیں کہ ان لوگوں کو بلاد اسلامیہ کی طرف واپس کر دیا جائے حضرت فاروق اعظم رضؓ نے یہ صورت حال دیکھ کر انہیں واپس بلا لیا کہ کہیں اپنے دینی جوش میں ان عرب نصرانیوں سے نہ بھڑ جائیں۔ لیکن امیر المومنین عثمان رضؓ کے عہد مبارک تک اس جری نوجوان میں جوش جہاد کے ساتھ آچکا تھا۔ چنانچہ آپ کو کوفہ کا والی بنا دیا گیا اور وہاں آپ پانچ برس تک نہایت کامیابی کے ساتھ نظم نسق کے علاوہ عظیم الشان فتوحات بھی حاصل کرتے رہے اور آپ کا شمار کوفہ کے مثالی والیوں میں ہے۔ (بروایت تاریخ طبری)

علامہ خطیبؒ نے العواصم میں (ص ۱۰۱) طبری کے حوالے سے (۵: ۶۰) امام شعبیؒ کا ایک قول نقل کیا ہے۔

آپ کے سامنے امیر مسلمہ بن امیر المومنین عبدالملک رض کے مجاہدانہ کارناموں کا ذکر ہو رہا تھا تو امام شعبی رض نے فرمایا کاش تم ولید کا زمانہ پاتے اور ان کے جہادوں اور ان کی امارت کا حال دیکھتے وہ جب جہاد پر نکلتے تھے اور دور دور دھاوے بولتے تھے اور کسر نہ رکھتے تھے کسی کو ان پر کوئی اعتراض نہ تھا تا آنکہ وہ اپنے عہدہ سے برطرف کر دیئے گئے اور اس وقت ان کے ایک بڑے سپہ سالار عبدالرحمٰن باہلی دربند کا محاصرہ کئے ہوئے تھے (جو بحر خزر کے کنارے روس کے علاقہ کا مضبوط مورچہ تھا) گویا ان فاسقوں کی ریشہ دوانی کے سبب ولید کی معزولی سے اس وقت امت کو نقصان پہنچا۔

پھر انہوں نے کوفہ کے ہر غلام کو زائد مال سے تین درہم ماہوار وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ یہ ہیں حضرت ولید بن عقبہ رض جن کے تعمیری کارنامے اختصار سے بیان کر مشکل ہیں۔ ایک مجاہد کبیر ایک قابل فخر امیر اور حضرت صدیق رض وحضرت فاروق رض کے معتمد کارکن تھے۔ حضرت ولید رض کوفہ کی امارت پر پانچ برس فائز رہے اپنے عدل اپنے حلم ورفق اپنے رحم وکرم اور اپنے تدبر وسیاست سے اسے ایک مثالی شہر بنا دیا لیکن کوفیوں کا شر پسند عنصر حسب عادت اسے برداشت نہ کر سکا کہ اتنے دن وہاں کوئی والی رہے۔

امیر ولید بن عقبہ رض کے متعلق مؤلف کتاب نسب قریش ابی عبداللہ المصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم المتوفی ۲۳۶ھ فرماتے ہیں ص ۱۲۸ یہ قریش کے اکابر اور ان کے شعرا میں تھے اور ان میں سخاوت تھی انہیں (امیر المومنین عثمان رض) نے کوفہ کا والی بنایا تھا۔ امیر ولید بن عقبہ ۲۵ ہجری میں آذربائیجان کی بغاوت فرد کی۔

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامری رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامری رض بھی منجملہ ان بزرگواروں کے ہیں جن کے متعلق قصے مشہور کردیئے گئے ہیں حالانکہ بات صرف اتنی ہے کہ جس طرح بعض پرجوش قریشی جوان اسلام کے مخالف تھے ایسے ہی احوال ان کے بھی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت ابوسفیان بن الحارث ہاشمی عہد جاہلیت میں اسلام کے سخت مخالف تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں طنزیہ اشعار کہا کرتے تھے اور فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے یہی کیفیت حضرت عبداللہ کی بھی تھی۔ قریش کے لوگ بعد میں اسلام کے جس طرح فدائی بنے ایسے ہی انہوں نے بھی دین کی وہ خدمات انجام دی ہیں کہ بشارت نبویہ کے مواد بنے اور ان کے لئے جنت واجب ہوگئی پہلے بحری جہاز کا جو منظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا تھا اور آپ نے اس پر فخر و انبساط کا اظہار کر کے ان سب حضرات کے مقبول بارگاہ خداوندی اور قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ (صحیح بخاری ج ۴ ص ۹۵ طبع مصر)

وہ جہاد امیر المومنین عثمان رض کے زمانہ میں حضرت معاویہ رض کے زیر اہتمام کیا گیا تھا۔ امیر مصر حضرت عبداللہ بن سعد نے اس مہم میں پوری امداد دی اور خود ایک فوجی دستے کے ساتھ اس میں شریک ہوئے۔

ہوا یہ کہ امیر المومنین عمر فاروق کے زمانہ میں حضرت عمرو بن العاص رض نے جب مصر فتح کرلیا تو آپ ہی وہاں کے گورنر مقرر ہوئے حضرت عبداللہ بن سعد ان کے ماتحت

ایک افسر تھے پھر حضرت فاروق اعظم رضؓ نے حضرت عبداللہ کو بالائی مصر کا سالار اعلیٰ مقرر کیا۔ انہوں نے موجودہ سوڈان کا پورا علاقہ فتح کر کے دارالاسلام میں شامل کر دیا۔ حضرت عبداللہ کو اچانک اس منصب جلیل پر فائز نہیں کیا گیا بلکہ وہ عہد فاروقی ہی سے خلافت اسلامیہ کے معتمد ترین کارکنوں میں تھے انہوں نے والی مصر ہونے کے بعد وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ باید و شاید بازنطینی حکومت کو خشکی اور تری میں پے بہ پے شکستیں دیں اور بڑے وسیع علاقے فتح کئے پھر ان کے زمانہ میں مصر کا مالیہ پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا لیکن انہی کے زمانہ میں سبائیوں نے اپنا ایک مرکز فسطاط میں قائم کر لیا تھا یہ لوگ خلافت اسلامیہ کو درہم برہم کرنے پر تلے ہوئے تھے حضرت عبداللہ نے ان پر اپنی نگرانی سخت کر دی تھی اور ان کی گوشمالی کرتے رہتے تھے۔

یہ عبداللہ بن سعد رضؓ نسبًا اموی رضؓ تھے قریش کے قبیلہ بنو عامر بن لوی سے تھے۔ سلسلہ نسب ہے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بن الحارث بن حبیب بن جذیمہ بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔ حضرت عثمان ذی النورین کے دودھ شریک بھائی البتہ تھے۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نہایت حوصلہ مند جرنیل تھے۔ ان دنوں افریقہ ایک ملک کا نام تھا جس میں موجودہ الجزائر، مصر اور ٹیونس کے کچھ حصے شامل تھے۔ وہاں کے حکمران کا نام جرجیر تھا جو ہرقل کا باجگذار تھا۔ عبداللہ بن سعد نے افریقہ پر حملہ کیا۔ ان کے لشکر میں عبداللہ بن عمر رضؓ۔ عبداللہ بن عباس رضؓ، عبداللہ بن زبیر رضؓ، عمرو بن عاص رضؓ، حسن بن علی رضؓ حسین بن علی رضؓ جیسے اعاظم رجال شامل تھے۔

جرجیر نے اعلان کیا کہ جو شخص عبداللہ بن سعد کا سر لائے گا میں اسے آدھی سلطنت اور اپنی لڑکی کا رشتہ دوں گا۔ عبداللہ احتیاطاً خیمہ نشین ہو گئے۔ عبداللہ بن زبیر رضؓ نے

اس خیمہ نشینی کی وجہ پوچھی تو حضرت عبداللہ نے جرجیر کا اعلان سنایا۔ ابن زبیرؓ نے کہا تم باہر نکلو اور اعلان کردو کہ جو شخص جرجیر کا سر لائے گا میں اسے جرجیر کی لڑکی اور اس قدر مال دوں گا۔ یہ اعلان سنتے ہی جرجیر خانہ نشین ہوگیا۔ دو دن گھمسان کی جنگ کے بعد جرجیر قتل ہوگیا۔ اور مسلمان کامیاب ہوئے۔ مسلمانوں نے دارالحکومت سبیطلہ پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد قلعہ جم بھی فتح ہوگیا۔ افریقہ والوں نے دس لاکھ جزیہ سالانہ دینا منظور کیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ مال خمس کا پانچواں حصہ اور فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ روانہ ہوگئے۔ ۲۷ ہجری عبداللہ بن سعد افریقہ سے مصر واپس پہنچے۔

سیّد احمد شہید

اٹھارھویں صدی میں ہندوستان میں مسلمانوں کی مذہبی اخلاقی اور سیاسی حالت نہایت دگرگوں تھی فسق و معصیت آداب اور تہذیب میں داخل ہوکر معاشرت کا جزو بن گئی تھی اُمراء سے لے کر غربا تک عیاشی عام تھی۔

سلطنت مغلیہ کا شیرازہ مدت ہوئی بکھر چکا تھا تیموری سلاطین صرف خانقاہ نشین ہوکر رہ گئے تھے۔ دکن سے لے کر دہلی تک کا ملک اور اس کی ہر شے مرہٹوں کے رحم وکرم پر تھی پنجاب سے افغانستان کی حدود تک سکھوں کا راج تھا اور ساحل پر انگریز قابض تھے جو اندرون ہند کی سیاسیات میں شریک تھے اس حالت میں ترکش اسلام کا آخری خدنگ سلطان شہید ٹیپو تھا چنانچہ ۱۷۹۹ء میں یہ ترکش بھی خالی ہو گیا تھا۔

یہ تھے وہ حالات جن میں رائے بریلی میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ چار سال کی عمر ہوئی تو مکتب میں بیٹھائے گئے لیکن طبیعت علم کی طرف راغب نہ تھی سن بلوغ کو پہنچے تو خدمت خلق کو اپنا عمل بنالیا۔ جوان ہوتے تو گھر سے نکلے لکھنؤ پہنچے اور وہاں کے والی کے لشکر میں بھرتی ہو گئے مگر پھر ایک روز چپکے سے چھوڑ دیا اور دہلی کی طرف چل کھڑے ہوتے۔ دہلی پہنچ کر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اسی زمانے میں سید صاحب نے اپنی تعلیم کا سلسلہ پھر شروع کیا اور شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ عبدالقادرؒ سے کتابیں پڑھنے لگے اس کے بعد وطن تشریف لے

گئے جہاں دو برس تک رہے۔ ۱۸۱۰ء میں نواب امیر خان کے پاس چلے گئے جو وسط ہند میں انگریزوں اور بعض ہندو راجاؤں سے برسرپیکار تھے یہی امیر خان آگے چل کر ٹونک کے نواب ہوئے سنبھل ضلع مراد آباد کے ایک منچلے افغانی شریف زادے اور سپاہی تھے انھوں نے اپنی قوت لیاقت اور تدبر سے ایسی جمعیت فراہم کر لی تھی کہ حالات ساز گار رہتے۔ اور ان میں تفریق نہ ڈال دی جاتی تو وہ ہندوستان کی سیاست میں اہم عنصر ہوتی۔ سید صاحب لشکر میں چھ سال سے زائد رہے۔ آخر جب نواب صاحب نے سید صاحب کی سخت مخالفت کے باوجود انگریزوں سے صلح کر لی۔ اور ریاست ٹونک لے کر بیٹھ گئے تو انھوں نے لشکر چھوڑ دیا اور دہلی کی طرف تیسری بار روانہ ہوئے۔ مولانا عبدالحیؒ نے مولانا اسمٰعیل سے واقعہ بیان کیا اور آپ کو بھی شوق دلایا شاہ صاحب بھی حاضر ہوئے اور سید صاحب کی اقتدا میں نماز پڑھی اور وہی دولت پائی اور نماز کے بعد بیعت کر لی اس طرح اس مبارک تعلق کی ابتدا نماز اور شریعت سے ہوتی آپ کی مقبولیت دن بدن بڑھتی گئی یہ معلوم ہوتا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل آپ کی طرف پھیر دیئے ہیں اور آپ پھلت۔ سہارنپور۔ مظفر نگر۔ کاندھلہ گڑھ مکتیسر۔ رامپور۔ بریلی۔ شاہجہاں پور۔ اور دوسرے قصبات و مقامات پر تشریف لے گئے اور وہاں سینکڑوں خاندانوں اور ہزاروں آدمیوں نے شرک و بدعت سے توبہ کر کے بیعت کی۔ اس تمام سفر میں مولانا عبدالحیؒ اور مولانا اسمٰعیلؒ ہمرکاب تھے ان کے مواعظ سے بہت اصلاح و انقلاب ہوا۔

ستر اسّی آدمیوں کے ساتھ آپ اپنے وطن بریلی پہنچے یہ مشہور قحط کا زمانہ تھا بڑی تنگی تھی ابتدا کے اس دور میں پوری جماعت پر سکینت الٰہی طاری تھی۔

قیام رائے بریلی کے شب و روز بڑے ہی مبارک تھے۔ انہی دنوں ایک سو ستر آدمیوں کے قافلے کے ساتھ لکھنؤ تشریف لے گئے۔ ان جلسوں سے لکھنؤ کی دوسری مجلسیں پھیکی پڑ گئیں۔ لکھنؤ سے پھر رائے بریلی واپس آئے ایک عجیب سوز و گداز اور محویت اور جذب کی زندگی تھی محنت و مشقت اور ذکر و فکر اور زہد و عبادت کی زندگی ہر دل سکینت الٰہی سے معمور تھا۔ یہیں سید صاحب نے عسکری تربیت اور مشاغل کی طرف بھی توجہ دی۔

آپ کو جہاد کا سب سے زیادہ خیال تھا۔ جس کو مضبوط و توانا دیکھتے فرماتے یہ ہمارے کام کا ہے۔ فنون حرب کی مشق و تعلیم میں زیادہ انہماک ہوا اور زیادہ تر وقت اسی میں صرف ہونے لگا۔ انہی دنوں محبت و شوق اور جذب الٰہی سے ایک اور تقاضا کیا۔ جماعت میں اعلان فرمایا اور مختلف شہروں اور قصبوں میں متعلقین کو خطوط بھیجے کہ ہم حج کو جاتے ہیں جو ہمارے ساتھ چل سکے چلے لوگوں کا سیلاب امڈ آیا اپنی اپنی زمین اور جائیداد بیچ کر تیاری کی۔

آخر یکم شوال ۱۲۳۶ھ عید کے روز نماز کے بعد چار سو آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے سارے قافلے کا کچھ خرچ سید صاحب کے ذمہ تھا۔ اس سفر میں ایک بازاری عورت بھی تائب ہوئی۔ عظیم آباد سے ہوتے سید صاحب کلکتے پہنچے اور تین مہینے قیام رہا ہزاروں انسانوں نے بیعت اور توبہ کی مولانا اسمٰعیل رح کے وعظ روزانہ ہوتے جن میں خلق خدا ہدایت پاتی تین مہینے بعد کلکتے سے روانہ ہو کر ۲۸ شعبان کو حرم میں داخل ہوئے۔ سید صاحب کی زندگی کا دوسرا باب حج سے واپسی کے بعد شروع ہوتا ہے اور وہ ہے جہاد، یہ جہاد کوئی ہنگامی و مقامی جنگ نہ تھی۔ ہندوستان بلکہ ساری دنیائے اسلام کی حالت آپ

کے سامنے تھی۔

آپ نے شروع ہی سے اس مقصد کے لئے جماعت تیار کی اس جماعت کو لے کر اب آپ نے سرحد کی طرف ہجرت کی تیاری شروع کی سید صاحب نے سرحد کو اپنا مرکز اس لئے بنایا کہ پنجاب کے مسلمانوں کی مدد کی جا سکے جو از روئے شریعت اس وقت تمام مسلمانان ہندوستان پر فرض تھی پھر سرحد آزاد جنگ جو قبائل کا مسکن تھا اور آزاد اسلامی اقوام اور سلطنتوں کے قریب تھا۔

پنجاب میں سکھوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ تھی۔ ہجرت جہاد کا مقدمہ ۱۲۴۱ کی ابتدا تھی کہ آپ نے وطن کو خدا حافظ کہا۔ ٹونک حیدرآباد سندھ۔ شکارپور۔ قندھار۔ غزنی اور قابل سے ہوتے پشاور اور وہاں تین روز ٹھہر کر نوشہرہ پہنچے راستے میں جہاد کی تبلیغ کا کام جاری رکھا نوشہرہ کو ہیڈ کوارٹر بنا کر آپ نے دعوت شرعی دستور و حکم کے مطابق حکومت لاہور کو اعلام نامہ بھیجا اور اس طرح سے آخری حجت تمام کی کہ تین چیزیں ہیں۔

۱۔ اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن جاؤ لیکن اس میں کوئی جبر نہیں۔

۲۔ ہماری اطاعت اختیار کر کے جزیہ دینا قبول کرو۔

۳۔ دونوں باتیں منظور نہیں تو لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

اس وقت مسلمانوں کے دماغوں میں وہی نشہ تھا جس سے صحابہ کرام مست تھے۔ لاہور سے بڑا سخت جواب آیا اور آپ نے عملاً جہاد شروع کر دیا۔ آپ کے حکم سے آدھی رات کو جمعدار اللہ بخش کی کمان میں نو سو آدمیوں پر مشتمل یہ دستہ اپنے سے دس گنا حریف سے مقابلہ کے لئے نکلا اکوڑہ پہنچے تو دشمن غافل پڑا سو رہا تھا۔ پورے لشکر نے باآواز بلند

تکبیر کہی اور حملہ کر دیا۔ دشمن سپاہی تکبیر کی آواز سے جاگے بعض جاگتے ہی ہمیشہ کے لئے سو گئے اور بعض جاگ بھی نہ سکے مجاہدین میں پہلے شخص جو شہید ہوئے وہ شیخ باقر علی عظیم آبادی تھے۔ دست بدست جنگ میں مجاہدین نے شجاعت کے جوہر دکھائے۔ آخر کار حریف کے پاؤں اکھڑ گئے مجاہدین مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے اتنے میں سردار بدھ سنگھ نے پراگندہ لشکر کو جمع کیا اور حملہ کر دیا اس طرح بہت سے مجاہدین شہید ہو گئے۔

صبح کے قریب مجاہدین لڑتے بھڑتے خاربندی سے باہر ہو گئے مخالف نے تعاقب نہ کیا۔ کفار کے سات سو آدمی مارے گئے اور تقریباً اسی قدر زخمی ہوئے۔ مسلمانوں میں سے صرف ۳۷ کام آئے اور ۳۵ زخمی۔

اس جنگ کا اثر مسلمانوں اور مخالفین پر خاطر خواہ ہوا۔ یہاں علماء نے فیصلہ کیا کہ امام مقرر کیا جائے تاکہ اس کی قیادت میں شرعی جہاد ہو اور احکام شریعت کا اجراء نفاذ ہو چنانچہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۲۴۲ھ کو بالاتفاق سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت امامت اور خلافت کر لی گئی جمعہ میں آپ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ سردار یار محمد خان سلطان محمد خان پیر محمد خان حاکمان پشاور نے بذریعہ خطوط آپ کی امامت کو قبول کر لیا۔

سکھوں کے ساتھ جھڑپیں جاری تھیں اور وہ زخم پر زخم کھا رہے تھے آخر دربار لاہور نے سرداران پشاور سے خفیہ گٹھ جوڑ کر لیا سرداروں نے سید صاحب کو نوشہرہ آنے کی دعوت دی اور سکھوں کے خلاف منظم یلغار کا فیصلہ ہوا۔

سردارانِ پشاور سمہ کی فوجیں اور مجاہدین کل ایک لاکھ کے قریب لشکر تھا۔

صبح فیصلہ کن جنگ ہونے والی تھی کہ رات سرداران پشاور کے ملازمین نذر محمد اور ولی محمد کے ذریعے سے سید صاحب کے کھانے میں زہر ملا دیا گیا۔ صبح دونوں لشکر صف آرا ہوئے تو سید صاحب بے ہوش پڑے تھے اور قے خود بخود جاری تھی جس سے زہر بتدریج خارج ہو رہا تھا آخر ہوش آیا تو اسی عالم میں ہاتھی پر سوار ہو کر میدان جنگ میں پہنچے ادھر میدان میں عین اس وقت کہ گھمسان کی جنگ جاری تھی کہ سرداران پشاور اپنی فوجیں لے کر الگ ہو گئے۔ سمہ کے فوجی بھی دل شکستہ ہو کر بھاگ نکلے اور مجاہدین میدان جنگ سے بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو سکے۔

اس کے بعد سرداران پشاور کھلے بندوں مخالفت پر تُل گئے۔ اس دوران میں جہاد کا کام برابر ہوتا رہا سید صاحب نے بیر اور سوات کا دورہ کیا اور دونوں علاقے حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے ڈھگلہ کے مقام پر تین سو مجاہدین نے چھ ہزار سکھ لشکر پر شبخون مارا ایک موقعہ پر صرف بارہ آدمیوں کے ساتھ مولانا اسمٰعیل نے ہزاروں آدمیوں کو روکا اور پھر انہیں مار بھگایا۔

سرداران پشاور اب کھلے دشمن تھے انہیں مسلمانوں سے لڑنے اور سکھوں کی مدد کرنے سے بھی عار نہ تھا۔

اب پانی سر سے اونچا ہو گیا تھا۔ سید صاحب نے سکھوں سے سازش کرنے والوں کی سرکوبی ضروری سمجھی صفر ۱۲۴۵ھ میں مجاہدین نے مولانا اسمٰعیلؒ کی کمان میں قلعہ ہنڈ پر قبضہ کر لیا اور خادی خان مارا گیا اس کے بھائی امیر خان نے یار محمد خان سے مدد چاہی اس نے مدد کی لیکن وہ بھی بمقام زیدہ بڑی جمعیت کے ساتھ قتل ہو گیا اس کے بھائی سلطان محمد خان نے انجیت سنگھ کو اپنی گھوڑی تحفے میں بھیجی اور مجاہدین کے مقابلے

میں مدد مانگی زبردست جنگ کے بعد سلطان محمد خان کو شکست ہو گئی اور پشاور فتح ہو گیا۔ سلطان محمد خان نے ارباب فیض اللہ خان مہمند کو آپ کی خدمت میں بھیج کر اپنی تقصیر اور غلطیوں کی معافی مانگی آئندہ کے لئے توبہ کی اور درخواست کی کہ پشاور مجھے سپرد کر دیا جائے۔ سید صاحب نے سلطان محمد خان کو چند نصیحتیں کیں اور علاقہ واپس کر دیا چند ماہ تک پشاور کا انتظام نظام شرعی کے مطابق ہوتا رہا اور مقدمات کے شرعی فیصلے ہوتے رہے مگر سلطان محمد خان نے پھر سازش کی۔ اس نے سب سے پہلے اپنے محسن ارباب فیض اللہ خان اور قاضی سید مظہر علی کو قتل کیا۔ اور پھر اسی رات تمام تحصیلداران عشر کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا کوئی عشاء کی نماز میں کوئی آدھی رات کو کسی گاؤں میں عین نماز فجر میں قیام ورکوع وسجود کی حالت میں قتل کر دیا گیا یہ مظلوم علم وعمل اور خدا ترسی۔ اتقا۔ اتباع شریعت میں سارے ہندوستان کا انتخاب تھے۔ سید صاحب کو سخت صدمہ ہوا۔ سید صاحب نے سندھ کو مرکز بنانا چاہا اور ہجرت کی تیاری کی اور لوگوں کو جمع کیا ان کی خدمات کا اعتراف اور ان کا شکریہ ادا کیا اپنا ارادہ بیان فرمایا اور رخصتی کلمات نصیحت فرمائے۔ ماہ رجب ۱۲۴۶ھ میں کوچ فرمایا یہ منظر نہایت حسرتناک ودلخراش تھا۔

راستے میں سکھوں سے چند معرکے پیش آئے مگر خدا کو منظور تھا کہ شریعت اور حمیت اسلامی اور مسلمانوں کی قسمت وغیرت کا یہ خزانہ بالاکوٹ میں دفن ہو۔

اسلامی لشکر بالاکوٹ میں مقیم تھا کہ راجہ شیر سنگھ ہر طرف سے فوجیں لے کر پہنچ گیا۔ مجاہدین کے دفاعی انتظامات بڑے مستحکم تھے لیکن محافظین میں سے کسی شخص نے اسے خفیہ کوہستانی راستہ دکھا دیا راجہ نے ایک روز رات کے پچھلے پہر اس راستے سے حملہ کرے

نالے پر قبضہ کر لیا اور سید صاحب کو اطلاع ہوتے ہوتے تمام لشکر پہاڑ پر مور و ملخ کی طرح چھا گیا۔

اس وقت مجاہدین نے اپنی شہادت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی خوشی سے ہر ایک کا رنگ چمک رہا تھا اور خون جوش پر تھا سید صاحب کی کیفیت شادمانی بیان سے باہر ہے قائدین نے لشکر کو ترتیب دی مجاہدین اپنی جان ہتھیلیوں پر رکھ کر لڑے شاہ اسمٰعیل کی شہادت ہی دوسری تھی برسوں کے ارمان نکالنے کا وقت آ گیا تھا آپ نے اپنی مردانگی فارق عادت شجاعت اور جرأت ایمانی کے آخری جوہر دکھائے اور آخر اپنا سر دے کر وہ بوجھ اتار دیا جو آپ کو اس وقت سے محسوس ہو رہا تھا جب سے کہ آپ نے جہاد اور شہادت کے فضائل پڑھے تھے اور اس کی ضرورت محسوس کی تھی۔

اس وقت کسی کو اپنے سر پیر کا ہوش نہ تھا اسی حالت میں لوگوں نے دیکھا کہ سید صاحب نہیں ہیں اس معرکے میں سنت و شریعت کا وہ عطر بالاکوٹ کی مٹی میں مل کر رہ گیا۔ جو خدا جانے کتنے باغوں کے پھولوں سے کھینچا گیا تھا مسلمانوں کی نئی تاریخ بنتے بنتے رہ گئی۔ حکومت شرعی سینکڑوں برس کے لئے خواب بے تعبیر بن گئی۔

جنگ کا میدان غریب الوطن شہداء کی لاشوں سے پٹا پڑا تھا انہی میں سید صاحب کی سر سے محروم لاش بھی تھی۔

قائز خان
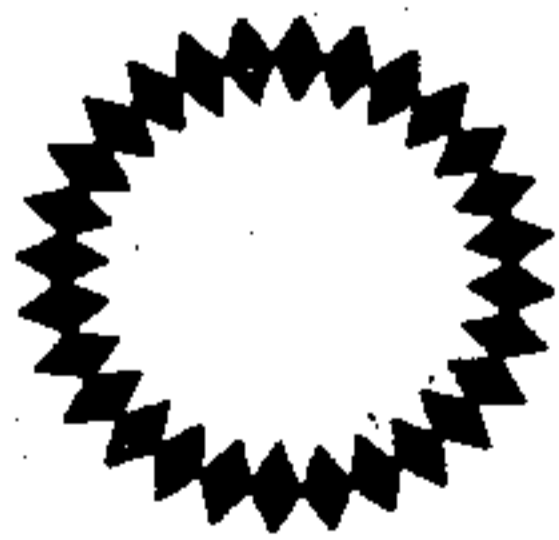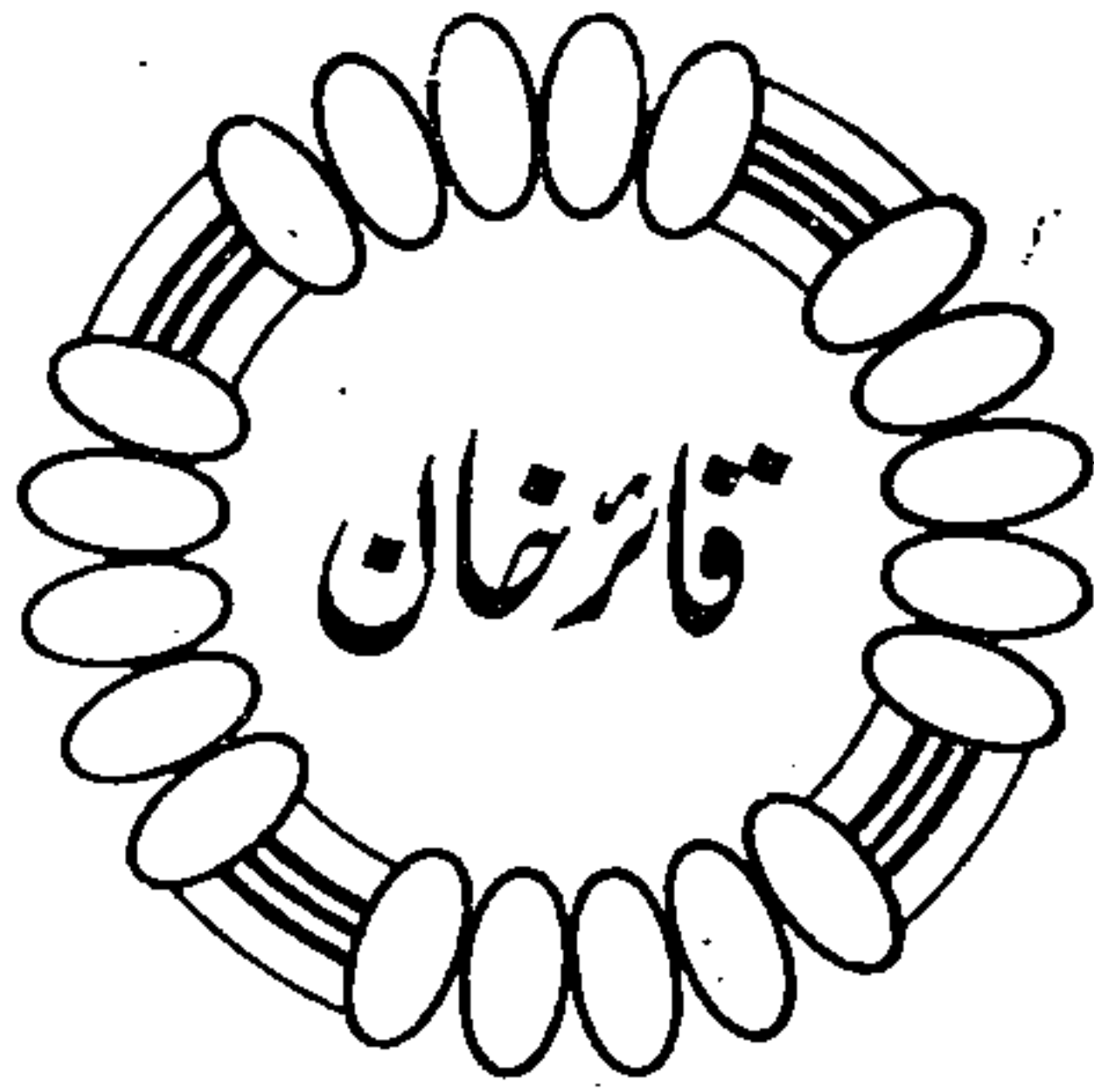
تاریخ اسلام کا یہ وہ گم شدہ باب ہے جو آنے والی نسلوں کے لئے ایک انمٹ باب حریت کا درس حیات چھوڑ گیا ہے۔ مگر افسوس کہ قائر خان اور اس جیسے سینکڑوں بطل جلیل ہماری نظروں سے آج اوجھل ہیں۔ قائر خان بظاہر شکست کھا کر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان ہار گیا۔ مگر جرأت، حوصلہ، عزم، استقلال اور حریت کی وہ ابدی داستان اپنے پیچھے چھوڑ گیا جس کی مثال تاریخ عالم میں ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

چنگیز انسانیت کے نام پر ایک بدنما دھبہ تھا۔ صحرا گوبھی سے اٹھنے والا یہ ہلاکت کی حشر سلمانیوں سے بھرپور سیلاب جس طرف بڑھا انسانی خون کی ندیاں اپنے جلو میں بہاتا چلا گیا۔ اس سیلاب کے سامنے قائر خان ایک لوہے کی دیوار بن کر نمودار ہوا۔ چنگیزی سیلاب اس دیوار سے بار بار ٹکرایا اور اپنے ہی زور میں کئی بار منہ کی کھا کر پلٹا مگر ہر ناکامی کے بعد نئے سرے سے اپنے خون آشام جبڑے کھول کر اپنے شاہکار پر جھپٹتا رہا۔ کہاں ساٹھ ہزار محصور فرزندان اسلام اور کہاں چھ لاکھ کا درندہ صفت لشکر عظیم چنگیز خوارزم کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے سے پہلے کاشغر، کبت اور فرغانہ کی ریاستوں کا تیاپانچا کر کے اپنا عقب محفوظ کرنا چاہتا تھا کہ چنگیزی سیلاب کا پہلا نشانہ قائر خان تھا فرغانہ کے صوبہ میں اترار کے سر بفلک قلعہ کا کماندار قائر خان اپنی جگہ ڈٹا ہوا تھا۔ یہ ۱۲۱۹ء کے موسم بہار کی ایک صبح تھی کہ اچانک نقاروں اور طبل جنگ سے فضا گونجنے لگی۔ روشنی پھیل چکی تھی اور مسلمان نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ قائر خان کا خیال تھا کہ خوارزم شاہی فوج بہت جلد اترار پہنچ

جائے گی۔

فوجی کمانڈروں نے اپنے اپنے دستوں کو چوکس ہو جانے کا حکم دیا قرنا کی آواز فصیل پر چاروں طرف گونجی اور پھر طبل جنگ کی آواز کے جواب میں قلعے میں بھی نقارے بجنے لگے فوجی جوانوں نے فصیل پر اپنے مورچے سنبھال لئے قائر خان بھی آواز سن کر اعلیٰ فوجی افسروں کے ساتھ فصیل پر پہنچ گیا اور سرحد کی طرف نگاہ دوڑائی وہ بھونچکا ہو کر رہ گیا۔ ایک ٹڈی دل لشکر دور حد نظر تک پھیلا چلا آرہا تھا اب سورج بھی مشرقی افق سے جھانکنے لگا تھا اور اس کی شعاعوں میں چنگیزی جوانوں کے زرہ بکتر خود اور نیزے چمک رہے تھے سب سے آگے علمبردار تھا جو پرچم اٹھائے گھوڑوں پر سوار سینہ تانے سربلند کئے اکڑتے چلا آرہا تھا اس کے پیچھے دور دور تک گھوڑ سوار فوج کے دستے پھیلے ہوئے تھے قائر خان اور اس کے جرنیل ابھی فوج کا اندازہ کر رہے تھے کہ ایک مخبر حاضر ہو کر کورنش بجا لایا اس نے بتایا کہ وہ دو منزل پرے تک چنگیز فوج کے ساتھ آرہا ہے ہراول دستہ ستر ہزار سے کم نہ تھا۔ قلعے کا پورا مشرقی بازو اس نے گھیر لیا تھا مغربی افق پر شفق پھول رہی تھی کہ اصل فوج بھی آن پہنچی سرمگیں شام کی خموشی بھی جنگی نقاروں اور ڈنگوں کی گرج کڑک بہت ہیبت ناک ہو گئی تھی۔ قلعے میں پھیلا ہوا خوف اور گھمبیر ہو گیا۔ گلی کوچوں میں ڈراؤنا سناٹا چھا گیا لوگ ایک دوسرے سے آنکھیں چار کرنے کی اپنے اندر ہمت نہ پاتے کہ ہر آنکھ میں موت کا خوف منجمد تھا چنگیزی فوج رات کے پچھلے پہر تک آتی رہی سینکڑوں گھڑ سواروں کے ہاتھوں میں فروزاں مشعلیں تھیں گھوڑے اچھلتے کودتے کلیلیں کرتے ہنہناتے قلعے کے گرد محاصرہ مکمل کرنے کے لئے بڑھ رہے تھے فصیل سے رات کی تاریکی میں دیکھنے سے یوں لگتا جیسے ان گنت بھتنے آگ سے کھیلتے رقص کرتے چلے آرہے ہیں شعلوں کے اس رقص کے ساتھ طبل جنگ کی

مسلسل گونج دل ہلا دینے والی تھی وہ رات لوگوں نے اپنے گھروں اور قیام گاہوں میں آنکھوں میں کاٹی ڈرتے کانپتے وہ محسوس کر رہے تھے کہ وہ ایسے زندان میں قید ہو گئے ہیں جس سے فرار ممکن نہیں اور جہاں موت آ کر رہے گی۔ صبح سورج طلوع ہوا تو قائر خان نے فصیل پر چاروں طرف گشت کیا حد نظر تک خیمے ہی خیمے نصب تھے۔

قائر خان بڑا بہادر اور دلیر تھا لیکن اس ہولناک ٹڈی دل کو دیکھ کر ایک بار تو اسے اپنا دل سینے میں ڈوبتا محسوس ہوا۔ اچانک چنگیزی پڑاؤ میں قرنا پھونکے جانے لگے۔ قائر خان ٹھٹھک گیا پھر اس نے بھی قرنا پھونکنے کا حکم دیا قرنا کی آواز بلند ہوتی چلی گئی قرنا کی آواز سنتے ہی آپ کی کیا رائے ہے قراجا خان قائر خان نے ایک بھاری بھرکم سرخ و سفید وجیہہ شخص سے مخاطب ہو کر کہا قراجا خان خوارزم شاہ کا معتمد علیہ وزیر تھا چنگیزی افواج کی آمد سے ہفتہ بھر پہلے دارالحکومت خوارزم سے دس ہزار سپاہیوں پر مشتمل جو امدادی فوج پہنچی تھی اس کا کمانڈر تھا۔

ایسی صورت میں ہمیں مصالحت کی طرح ڈال دینی چاہیئے جب تک صحیح صورتحال سامنے نہیں آتی ہم مذاکرات کرتے رہیں گے مگر قائر خان نے قراجا خان کا مشورہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ایک روز خوارزمی افواج نے ایک ہولناک منظر دیکھا ہزاروں منگول اپنے نیزوں پر کٹے ہوئے سر بلند کئے قلعے کی طرف بڑھ رہے تھے وہ فصیل سے کوئی سو ڈیڑھ سو گز سے بھی کم فاصلے پر پہنچ کر رکے اور سروں کے مینار بنانے شروع کر دیئے۔ قائر خان کو خبر ہوئی وہ بھاگم بھاگ فصیل پر پہنچا اور چکرا کر رہ گیا ان میں مردوں کے سر بھی تھے اور عورتوں اور بچوں کے بھی یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ قلعے کے گرد و پیش کی ساری آبادی کا صفایا کر دیا گیا ہے پھر سروں کے ان میناروں میں آئے دن اضافہ ہونے لگا قائر خان فوراً

نتیجے پر پہنچ گیا۔ منگول ہر محاذ پر فتح یاب ہو رہے ہیں سروں کے مینار کھڑے کر کے منگول خوارزمی فوج کا حوصلہ پست کر دینا چاہتے تھے۔ اب محصور رہ کر طویل مزاحمت میں فائدہ نہیں نقصان تھا۔

منگول افواج دوسرے علاقوں سے فارغ ہو کر اترار پہنچ جائیں گی اور پھر مقابلہ ناممکن ہو جائے گا۔

اس نے دشمن پر پچاس پچاس کی ٹکڑیوں کی صورت میں حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ قراجا خان نے مخالفت کی لیکن قائر خان نے اپنا فیصلہ نافذ کر دیا اس کے خیال میں چنتائی کی اعصاب شکن اسٹریٹیجی کا صحیح جواب یہی ہو سکتا تھا خوارزمی جوان قلعے سے نکل کر دشمن پر بھرپور ضرب لگائیں ان مسلسل حملہ آور دست بدست جنگ سے منگول افواج کے اعصاب بھی متاثر ہوں گے اور وہ افراتفری کا شکار ہوں گی۔ ایسی حالت میں عام حملہ کر کے بھرپور ضرب لگا دی جائے گی۔

اب ادھر سورج طلوع ہوتا ادھر قلعے کا دروازہ کھلتا اور پچاس جوان ہتھیار سجائے کفن سروں پر باندھے گھوڑوں پر سوار نکلتے اور دشمن کی صفوں پر حملہ کر دیتے خونریز جنگ چھڑ جاتی جوانوں کو حکم تھا کہ وہ دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا کر جان دے دیں زندہ واپس آنے تک کا خیال دل میں نہ لائیں یہ جوان جنگجو اور دلیر تھے۔

پچھلے کئی روز سے مردوں عورتوں اور بچوں کے سروں کے مینار دیکھ دیکھ کر ان کا خون کھول رہا تھا وہ جوش انتقام میں منگول افواج پر ٹوٹ پڑے اور تباہی مچا دی جو بھی ان کے سامنے آیا ان کے تیروں اور تلواروں کی آگ میں بھسم ہو گیا ان کی کوشش یہ تھی کہ وہ منگولوں کے نرغے میں نہ آئیں ان کے حملے کا انداز ایسا تھا جیسے بجلی لہرا جاتی ہے

ان کے اندر بے پناہ طاقت آگئی تھی جس طرف بڑھتے دشمن کا لشکر کائی کی طرح پھٹ جاتا لیکن ان کے نیزے اور تلواریں حملے میں اپنا خراج وصول کر کے رہتے وہ دو گھنٹے تک بڑی آن بان سے لڑے پھر آہستہ آہستہ ان کی قوت مضمحل ہونے لگی قلعہ بند فوجیں اپنی اپنی جگہ پر مستعد ہو گئیں مورچوں پر متعین فوجی دستے بھی چاق و چوبند کھڑے دشمن کا انتظار کرنے لگے۔ چنگیز خان سفید گھوڑے پر سوار لشکر کی تیاری کا جائزہ لے رہا تھا پھر لشکر کے چار حصے ہو گئے تین حصے کوچ کے لئے بالکل تیار کھڑے تھے بگل بجے ڈنکوں پر چوٹ پڑی اور تینوں ڈویژن تین مختلف راستوں پر ہو لئے تقریباً ایک لاکھ لشکر اترار ہی میں خیمہ زن رہا تین ڈویژن کے رخصت ہوتے ہی اس نے چاروں طرف پھیل کر جانے والے لشکر کی جگہ لے لی اور اترار کا محاصرہ مکمل کر لیا۔

اترار پر چھائی ہوئی گھنگھور تاریک گھٹائیں چھٹ گئی تھیں لیکن جو بادل ابھی منڈلا رہے تھے وہ بھی کچھ کم گھنیرے اور ہولناک نہ تھے۔ تاہم لشکر کا بڑا حصہ چلے جانے کے بعد قائر خان نے قدرے اطمینان کا سانس لیا اس کے ساٹھ ہزار جوان اب لاکھ ڈیڑھ لاکھ لشکر کا کئی مہینے تک مقابلہ کر سکتے تھے اسے امید تھی کہ خوارزم کی فوجیں اس عرصے میں چنگیز خان کے لشکروں سے الگ الگ آسانی سے نبٹ لیں گی اور پھر اترار کو بچانے آ پہنچیں گی خوارزمی فوج کے عام جوان بھی کچھ کم مطمئن نہ تھے ان کے دلوں میں حوصلوں کے بجھے ہوئے چراغ پھر روشن ہو گئے۔

گورنر کے دیوان خانے میں اترار کے فوجی افسر جمع ہوئے کمرے میں پھیلا ہوا سکوت قائر خان نے توڑا۔ سردارو۔ دوستو اور ساتھیو اس نے کہنا شروع کیا میں نے آپ کو تکلیف اس لئے دی ہے کہ جن حالات سے ہم دوچار ہیں ان پر غور کر کے دشمن کو زیر

کرنے کا لائحہ عمل بنائیں دشمن کی اسٹریٹجی یہ ہے کہ ملک میں چاروں طرف افراتفری پھیلا دی جائے اور کسی بھی محاذ پر لڑنے والی فوج کا مرکز سے رابطہ نہ رہے اور نہ ضرورت کے وقت کہیں کوئی کمک آسکے۔

وہ دشمن کے نرغے میں آتے چلے گئے اور کٹ کٹ کر گرنے لگے جو زندہ تھے ان میں سے ہر شخص زخموں سے چور تھا پھر بھی وہ آخر دم تک لڑتے رہے یہاں تک کہ سب شہید ہو گئے منگولوں کا نقصان ہولناک تھا تین سو آدمی مارے جا چکے تھے اور دو سو سے زائد زخمی۔

خوارزمی جوانوں نے اپنی جان کو پوری پوری قیمت وصول کی تھی منگولوں کو یقین نہ آتا تھا کہ ایسے لڑاکا جوان بھی خوارزم میں موجود ہیں۔ چنگیز کے بیٹوں کی رپورٹ ملی تو وہ بھی دم بخود رہ گئے۔ اسی رات پچیس مزید جوانوں نے منگول کیمپ پر شبخون مارا اور دن سے زیادہ تباہی مچائی تاریکی ان کی رفیق و پیاور تھی چیخ پکار نعروں تلواروں کی زود خورد اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ نے تاریک رات کو اور پرہول بنا دیا تھا یہ جوان اپنے سے چار گنا منگولوں کو موت کے گھاٹ اتار کر شہید ہو گئے۔

قلعے میں صرف پانچ جوان واپس آئے اور وہ بھی زخموں سے چور پچاس پچاس سرفروشوں پر مشتمل دستوں کے یہ حملے دن رات کا معمول بن گئے بیشک ان حملوں میں خوارزمی جوانوں کی بھاری اکثریت ماری جاتی لیکن ایک ایک جوان چار چار پانچ پانچ آدمی مار کر مرتا۔

غداروں کا انجام

قراجا خان پہلے روز ہی سے جنگ کے خلاف تھا۔ قراجا خان نے قلعہ کے دفاع سے کوئی سروکار نہ رکھا ایک رات اپنے آدمی ساتھ لئے منگولوں سے جا ملا اس غداری کی خبر قلعے میں پھیلی تو چہرے زرد ہو گئے کسی قوم میں

غدار پیدا ہو جائیں تو دشمن کے ہتھیاروں کی کاٹ بلا کی تیز ہو جاتی ہے۔ اسے علی الصبح چنگیزی افواج کے کمانڈر چغتائی کے سامنے پیش کیا گیا تو چغتائی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

آپ ہیں قراجا خان ہمیں رات ہی خبر مل گئی تھی کہ آپ ہمارے ساتھ آملے ہیں کتنے آدمی آپ کے ساتھ ہیں اس نے پوچھا۔ دس ہزار سوار قراجا خان نے جواب دیا یہ سن کر چغتائی بولا ہمیں بڑی مسرت ہوئی لیکن رات بھر ہمیں ایک سوال پریشان کرتا رہا۔ قراجا خان آپ جاننا چاہیں گے وہ سوال کیا تھا بس یہ بات بار بار ذہن میں آتی جو شخص اپنے آقا اور ولی نعمت کا وفادار نہیں اس کی وفاداری پر ہم کیسے بھروسہ کر سکتے ہیں جس مملکت نے تمہیں اتنی عظمت پر پہنچایا اور جس آقا اور مربی کے طفیل تم وزیر بنے اس پر برا وقت آیا تو تم نے اس پر اپنی جان قربان کر دینے کی بجائے اسے دغا دی کون کہہ سکتا ہے کل ہمیں بھی تم دغا نہیں دو گے۔

اس کے ساتھ جو فوجی افسر ہیں انہیں بھی حاضر کیا جائے چغتائی نے چوبداروں کو حکم دیا چند منٹ کے بعد تیس چالیس جوان چغتائی کے سامنے دست بستہ کھڑے تھے۔ خوب آپ لوگ ہیں قراجا خان کے ساتھی۔ اس نے خوارزمی افسروں پر نظر ڈالی اور طنزیہ لہجے میں کہا۔ جلاد۔ ان کی گردن کا بوجھ ان کے کندھوں سے اتار دو اس نے حکم دیا۔

حضور ہمیں کس خطا میں مارا جا رہا ہے؟ ایک افسر نے جرأت کر کے کانپتے ہوئے پوچھا خطا، غداری سے بڑھ کر بھی کوئی سنگین جرم ہو سکتا ہے۔ فوجی افسر نے قراجا خان کی طرف دیکھا اس کی نگاہیں زمین میں گڑی ہوئی تھیں اور رنگ پیلا زرد ہو رہا تھا ایک ایک کر کے سب افسروں کی گردن ماردی گئی اب چغتائی نے قراجا خان پر نگاہ ڈالی اور بولا۔

ہم تمہارے دس ہزار سواروں کو اپنی فوج میں شامل کرتے ہیں۔ چغتائی نے جلاد کو اشارہ کیا اگلے لمحے اس کی گردن کٹ چکی تھی اور خون میں لت پت لاشہ پڑا تڑپ رہا تھا۔

اترار غداروں کے انجام سے بے خبر دشمن کے مقابلے میں پامردی سے کھڑا تھا۔ دس ہزار سواروں کے دغا دے جانے سے قائر خان کی قوت کم ہو گئی تھی لیکن جو فوج باقی رہ گئی اس پر اسے کامل اعتماد تھا جو منصوبہ بھی بناتا اور جو حکم بھی دیتا جان نثار فوج اس کی خلوص دل سے تعمیل کرتی اب وہ زیادہ اعتماد اور یقین کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر سکتا تھا اس نے پچاس پچاس کی ٹولیوں سے دشمن کی افواج میں افراتفری بپا کرنے کے منصوبے پر عمل جاری رکھا اس کے نزدیک لاکھ سوا لاکھ فوج کا طویل مدت تک اسی طرح مقابلہ کیا جاسکتا تھا اس کے افسروں اور سپاہیوں نے اس منصوبے پر جی جان سے عمل کیا وہ روزانہ دو تین مرتبہ پچاس پچاس کی ٹولیوں میں قلعے سے نکلتے۔ اور چنگیزی افواج پر ٹوٹ پڑتے کشت و خون کا بازار گرم کرتے اور لڑتے لڑتے مر جاتے لیکن مرنے سے پہلے اپنی سرفروشی اور شجاعت کا سکہ دشمن پر بٹھا دیتے ان کے شبخون زیادہ تباہی مچاتے اور کبھی کبھار دس پندرہ جوان فوجی مہم سے زندہ بھی واپس آجاتے۔ شروع شروع میں چنگیزی فوجوں کو زبردست نقصان اٹھانا پڑا۔

قائر خان کی نظر انجام پر تھی وہ خوب جانتا تھا وہ ایک ہاری ہوئی جنگ لڑ رہا ہے لیکن وہ ان لوگوں میں سے تھا جو آخر وقت تک میدان میں ڈٹے رہتے ہیں اور مایوسی جنہیں کسی مرحلے میں بھی منسوب نہیں کر پاتی پھر اس جنگ کے ساتھ تو اس کا ذاتی تحفظ بھی وابستہ تھا اس کے اقدامات سے خوارزمی جوان تو حوصلہ مند تھے ہی عام آبادی

اور عورتوں تک کا مورال بلند تھا اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ دشمن کو آسانی سے قلعے پر قبضہ کرنے نہیں دیا جائے گا گھر گھر مورچے قائم کر دیئے گئے تھے کہ دشمن قلعے میں داخل ہو جائے تو قدم قدم پر اس کی مزاحمت کی جائے اس منصوبے میں عورتیں بھی شریک تھیں جنگ جاری تھی دو ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں میں بدل رہے تھے چنگیزی افواج نے جب اترار کا محاصرہ شروع کیا تو گرمیاں آخری دموں پر تھیں اب چوتھا مہینہ یعنی جنوری جا رہا تھا ان چار مہینوں میں قائر خان کی قوت کا بڑا حصہ ختم ہو چکا تھا خوارزمی جوانوں کی اکثریت بڑی آن بان سے ملک و ملت پر قربان ہو گئی تھی۔

چغتائی نے قائر خان کی بے بسی اور کمزوری بھانپ لی تھی اس نے قلعے پر عام حملے کا حکم دیا فوجیں چاروں طرف سے قلعے کی طرف بڑھیں خوارزمی سپاہیوں نے تیر اور پتھر برسا کر ان کی یلغار روکنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے منگول سیڑھیاں لگا کر قلعے میں داخل ہو گئے۔ قائر خان اور اس کے بچے کھچے ساتھی جانوں پر کھیل گئے انہوں نے ایک ایک قدم پر مزاحمت کی عورتوں نے بھی پورا پورا ساتھ دیا چھتوں پر سے دشمن پر کھولتا ہوا پانی اور پتھر پھینکے دوپہر تک زبردست جنگ ہوتی رہی لیکن مقابلہ برابر کا نہ تھا خوارزمی جوان آہستہ آہستہ ختم ہونے لگے۔ حتیٰ کہ قائر خان کے ساتھ صرف دو آدمی رہ گئے ان میں ایک غیاث خان تھا۔ ان تینوں نے مسلسل دو گھنٹے مقابلہ کیا آخر دونوں ساتھی جان ہار گئے اور قائر خان تنہا رہ گیا اس نے مقابلہ جاری رکھا تیر ختم ہو گئے تو اینٹوں سے وار کرتا رہا جو اسکی نوکرانیاں اسے پکڑاتی رہیں چغتائی نے حکم دے دیا تھا کہ قائر خان کو زندہ گرفتار کیا جائے چنانچہ وہ اسے گھیرے میں لینے کی کوشش میں تھے اینٹیں کب تک ساتھ دیتیں وہ ختم ہو گئیں تو تلوار سونت کر کمین گاہ سے نکل آیا اور دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ منگول سپاہیوں نے اسے

نرغے میں لے لیا اور پھر کمند ڈال کر اسے بے بس کر دیا دس پندرہ سپاہی جھپٹے اور تلوار چھین کر اسے گرفتار کر لیا خوارزمی پرچم سرنگوں ہو گیا۔

قائر خان کے جانباز ساتھی سب ایک ایک کر کے ملک و ملت پر جان نچھاور کر گئے انہوں نے منگولوں سے اپنی جانوں کی بڑی بھاری قیمت وصول کی تھی اور وہ سخت غیظ و غضب کے عالم میں تھے مزاحمت ختم ہوتے ہی وہ خونخوار درندوں کی طرح شہر کی عام آبادی پر ٹوٹ پڑے مردوں عورتوں اور بچوں کا قتل عام شروع ہو گیا عورتوں کو قتل کرنے سے پہلے ان کی عصمت دری کرتے پھر گھر کا ساز و سامان لوٹتے اور آگ لگا دیتے شام تک اترار جل کر راکھ ہو چکا تھا اور آسمان میں ہر طرف آہیں دھواں بن کر پھیلی ہوئی تھیں۔

چنگیز اور چغتائی بھی مر گئے۔ اور قائر خان بھی۔ مگر قائر خان نے جس جوانمردی، بہادری، اولوالعزمی، استقلال اور جرأت سے دشمن کا مقابلہ کیا وہ تاریخ اسلام کا ایک درخشاں اور زریں باب ہے۔ جسے آج قوم فراموش کر چکی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام کے نامور سپہ سالار

فیض عالم صدیقی

...لامت بک بینک لاہور